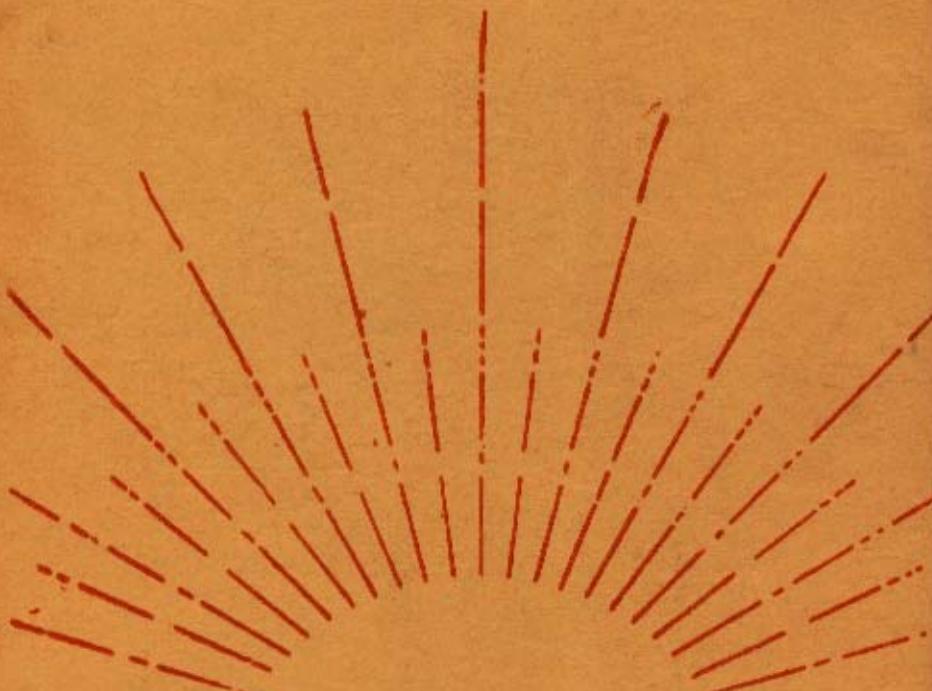


۷۳

ماہنامہ جلی دیوبند



Journal of New Prophecy

CLOTH BRAZIL, RAJCHUR.

(C. RLY.)

62
nP.

ایڈٹر: عامر عثمانی (ناٹلی وجہ)

دارالنیض

Z RAHMA

ماہنامہ چاندگلہ کراچی

کی نئی پیش کش تحریک اسلامی نمبر

ماہنامہ چاندگلہ کراچی اپنی سابقہ روایات کے مطابق اکتوبر ۱۹۴۵ء میں منعقد ہونے والے کل پاکستان جماعتِ اسلامی کے موقع پر شائع کرنے والے مزید تفصیلات کے لئے ایک پوسٹ کارڈ تکمیر فولڈر طلب فرمائیں۔

حصہ اول مصلیین کی ایک مختصر جملہ

و فریضہ امامت دین **مجد الدافت ثانی اور راجح تحریک** **تحریک اسلامی شاہ ولی اللہ اور انکی بیوی**

حصہ دوم **جماعت اسلامی کامیابی و حمد** **جماعت اسلامی کامیابی** اور راجحہ پالیسی

حصہ ثالث **جماعت اسلامی اور خدمتِ خلق** **جماعت اسلامی اور خدمتِ خلق**

حصہ چوتھا **جماعت اسلامی کا اعلیٰ یہودی و گرام** **جماعت اسلامی کے اجتماعات**

حصہ پنجم **تحریک اسلامی کا اعلیٰ بینی پروگرام** **جماعت اسلامی عالمی لٹرچر میں**

حصہ سوم **میری تحریکی زندگی کا ایک اہم واقعہ** (مختلف تاثرات)

حصہ چھام

مذکورہ : **تحریک اسلامی کا مستقبل**

حصہ پنجم **داعی کے دعویٰ خطوط**

آفت کی دیدہ زیب طباعت اور خوبصورت سروریت کے ساتھ

حصہ ششم ۳۰۰ صفات قیمت ۲ روپے

حصہ سیام ۶۰ پرچہ ۷۰ پیسے سالانہ پندرہ صفحہ مخصوص نمبر ۹ روپے

نظم ادارہ - ماہنامہ چاندگلہ ۱۹۴۵ء نیشنل روڈ کراچی میں

ہندستان میں ترسیل رکھا چکا ۔ **محمد منظور الحسن** ۸۷ پریم نگر - کاپوریو - پی.

فہرست مضمونین مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۳ء

۵		آغاز سخن عامر عثمانی
۱۵	تعلیٰ کی ڈاک عامر عثمانی	
۲۳	پرو اولینٹ فنڈ کی زیارت کی مزید وضاحت عبد الطیف الاعظمی	
۲۲	کیا ہم مسلمان ہیں؟ شمس نویر عثمانی	
۳۵	مسجد سے بیخارت تک مُلَا ابن العربی	
۷۹	دعوت اتحاد مزادر سول بیگ	
۵۱	کھرے کھوٹے عامر عثمانی	
۷۰	باب الصحوت بیگ عظیم زبری	

پاکستانی حضورات

نیچے لکھتے ہوئے تیرہ مردمی آرڈر پر چکروہ رسائیں
مسجدیں جو منی آرڈر کر توقیت دا خانہ سے متعلق ہے
رسالہ جاری ہو جائے گا۔

مسدیں
عامر عثمانی

فائزہ دیوبند

مکتبہ عثمانیہ۔ پینا بازار ۲۲۸۰
پیر الہی بخش کالونی۔ کراچی (پاکستان)

جعیاہنامہ

دیوبند
جلد ۱۵

شمارہ
۸

ہر انگریزی ہمیز کے ہمہ بہتے میں شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت سات پیپرے
فی برچے ۶۲ پیپرے

غیر مالک سے سالانہ قیمت ۸ اشناں شکل روشن آرڈر
بڑھنے آرڈر پر کچھ نہ لکھتے بالکل سادہ لکھتے

انشد ضروری

اگر اس دائرے

میں رجسٹران ہے

تو سمجھ بھیجے کیا اس

پر چھپ رہا ہے اپ کی خریداری حتم ہے یا نہیں آرڈر سے سالانہ
قیمت ٹھیکیں یادی پی کی اجازت دیں۔ اگر آئندہ خریداری جاری
نہ رکھنی ہو تو ہمی اطلاع دیں ٹھاموٹی کی صورت میں گلار پر چھپ
وی پی سے ٹھیجا جائیگا جسے دصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض
ہو گا وہی پی سات پیپرے باسطھنے پیسے کا ہو گا، نہیں آرڈر
چھپ کر آپ وہی خرچ سے منع کر جائیں گے۔

پاکستانی حضورات:- ہمایہ پاکستانی پریمیر ہمینہ جعیاہنامہ
منی آرڈر اور پینا نام آرڈر پر چھیدہ جھوکر سید

ترسل نہ اور خطوط کتابت کا پتہ

دقیر جعلی دیوبند ضلع سہارنپور (دیوبند)

عامر عثمانی

فائزہ دیوبند

عامر عثمانی پر چھیدہ "مشن پر ٹک

پر ٹک دیوبند سے چھوکا کر اپنے دفتر
چعلی دیوبند سے شائع کیا

اعاز مسخر

زخم کا دادا و اڑھوٹ نہ ہے قصرت منفی طرزِ عمل، صرف خرید و شدیں سے کام ہیں چلے کا کچھ میرت اقدامات بھی کرنے پر نے پار دی جھا کو شی اور خذہ بہ صادر کا۔ بھی ثبوت دینا یوگا۔ اہم تر کا اور دی جھم علماء کے صدر ایضاً آغاز کار کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ تم معاصر معارف اور برہان کے اداریوں پر فتنوں کرنے کا جوانا دہ پچھے "اعاز مخن" میں ظاہر کر جائے ہیں اسے ضرور ہی عملی جامہ پہنا میں یق حسود ن تعقب تھا نہ خود دی گیری۔ صرف اس اندر پیشے دل کو میتاب کیا تھا کہ پرستی کے سلسلے میں علماء کرام عملی حدد چڑ کا جو غاکر مانے چلے ہیں اس میں دامتہ یا نادانتہ سی غلطیاں ارض فکری آئیں تو شہر میں ہو جائے، لیکن الحمد للہ کم لمحہ کے درکار ۱ جماعت میں مولا ہمایہ را الحسن ندوی نے جو گروں قدر مقابلہ کیا ہے اس سے خاصاً مسلمان تکمیل ہیا ہوا ہے اور اس اجتماع میں پوری نسب معارف و برہان دو ہیں کافی مصل مدن بر سی موجود تھے اس لئے ان کا اتفاق رائے یقین دلائی ہے کہ بات بگھٹے گی نہیں سیکریت صاحب کا قائم مقام الائچی پریج الشان کے الفرقان میں نظر فواز ہوا۔ انھوں نے اپنی جانی پیچانی روشن کے طالبین پرستی کا مسئلہ پر نہایت تحریر اور حاملانہ اندراں کی فتنوں کی ہے۔ انھوں نے دیگر مسلم حمالک میں پرستی کا دوسرے قوامیں اور ان کے مختلف اداروں کا جائزہ پیش فریا ہے اور اس اپنے کے آگے خاصاً ہم مواد رکھ دیا ہے۔ کوئا ہی ہو گی، اگر ہم اپنے اس تاثر کو ظاہر نہ کروں کہ یہ مقالہ بے حد قابل قدر ہونے کے باوجود ایسا احساس دلتا ہے میں

ایک ہی موضوع پر لگا کر لکھنا خارجین کے لئے تو کوت کا باعث ہونا ہی چاہیے خود لمحہ والے کے لئے بھی کوئی خوشگوار شغل نہیں تیکن حالت کے تھا خصوصاً احادیث اور تکرار ہی کے طالب ہوں تو پھر کیسے ان سے صرف نظر کیا جائے۔ آج خفیت یہ ہے کہ پرستی لامسے کو موضوع پر فریاد احتجاج کے عوض انہا مسیرت کی نوبت آئی ہے۔ باشکری پہنچی اگر ہم تحدیث نخت کے طور پر اس طبائیت بخش اطلاع کا ذکر نہ کریں کہ نہ صرف مرکزی حکومت نے مسلم پرستی میں داخل دینے کا ارادہ فی الحال ختم کر دیا ہے بلکہ چہار اشترکی اس بھی میں پیش شدہ ایک اور بنی بھی۔ اسی نوعیت کا تھامم تو پڑ جائے ہے۔

پھر مرکزی مسیرت کی بات یہ ہے کہ اس تاریخی فتنے کے پھر کوئی سے چوکتا ہو کر ملت کے تعدد دشمنوں کا تباہ کرنا کا بھی فضول فرمایا ہے۔ ایک طرف تجمعیۃ العلماء ہند میں آستینیں چڑھائی ہیں۔ دوسری طرف مومنوں میں الحسن علی ندوی کی دعوت پر دارالعلوم ندوہ العلام لکھنؤ میں ممتاز علماء افاضل کے اجتماع کے سچی میں ایک ادا بے کی بیزاد پڑ گئی ہے جس کے کنیز رسولناحیہ نقی میں صاحب طلبائے ہیں۔

یعنی بات یہ ہے کہ اصل خطاب نہ حکومت کی ہے نہ ان مسلمان خدا انگریزوں کی جو پرستی لامی فتنے کے محو بننے ہیں۔ خطاب تو ہماری مکروریوں اور تن آپنا نوگی ہے۔ مکرور کو کوئی معاف نہیں کرتا۔ کسی بھی جھوٹے باطنے

یہ ہے وہ حکم اور صحیح ترین بنیادی نکتہ جس پر حجۃۃ العدما کی عاملہ راتی تجویز سے حرمت آنداز یکھر کر ہم تطلب اُٹھ لیتے ہیں۔ یقیناً اب یا پھر عاملہ کے قلوب میں اس اصول سے اخراج کا داعیہ ہرگز نہ ہوگا، لیکن متن میں حرمت ابہام تھا لیکن صاف طور پر ایسا ہیں السطیر موجود تھا جس سے عرفیت تو میں ناجائز تائید اٹھاتے جا سکتی ہیں۔ الحیرانہ کہ ایک ذمہ دار اخراج میں ایک تباہ عالم تھے اس نکتے کو بے غایب طور پر اجاہ ریا اور بیان منفع ہوئی کہ علماء کرام اگر مسلم ممالک کے توانیں کا جائز یعنی کے لئے کوئی علمی بناستہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے ہر تاکہ وہاں کسی قانون کے نامے جانے کا شہوت مل جانے پر وہ اپنے وہاں بھی اسے تجھ مان لیں گے بلکہ مخصوص صرف یہ ہو کہ وہ مطالعہ اور مشاہدے کی روشنی میں اپنے ہٹری اصلاح بہتر طور پر کر سکیں۔

خیال ہوتا ہے کہ معارفہ برآئن کے اداروں سے ہمارا بالکلی صرف نظر انہیں غلط ہوں کا موجبہ بن جائے اس لئے کم سلم تھرا رہا یہ وضاحت خود ہے فی چھٹے کہ ہمیں لفتگیر کرنے امیر پر کرنی تھی۔

معارفہ (اگست ۲۰۱۴ء) کا ادارہ اس کی عام روشن کے مطابق تھرا رہیں ورنی ہے۔ اس کے فصل مدیر انتظام کے ساتھ ہر مغربی میں کہنے کے عادی ہیں اور ان کے یہاں جذبے کے مقابلوں میں تکریر احساس اور تہذیب مل کاہم ہے اس اسادا فرضیہ کہ بھی بھی یہ ہم جیسے شتعلہ مراج اور خیر لفڑی لوگوں کے مراج پر بارہ ہوتا ہے۔ انہوں نے مسلم پرستیں اور کامی خیر مسئلہ پر ذمہ دشی ملکی میں و پھر کہا اس کی معنوی قدر و قیمت سے انکار نہیں لیکن اس کا جو لفڑیاں پس منظروں میں غزل گئے ہیں وہ ہم اسے تافصی خیال میں نظر ثانی کا محتاج ہے۔ انہوں نے فرمایا:-

”اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جاری ہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں ایسے سماں

کی خاص ملکے ایسے میں بیساکھی نے رعایت اور حشم لو شی کی روشن اختیار کی ہے۔ ہر ملکا ہے کوئی رخص اور خلام افسیں عدم گنجائش کی بتا پر چھوڑ دیتا ہے اور اعلیٰ پر ہے کیونکہ ایک تھوڑا مقالہ زیادہ تفصیل اور جامعیت کا محل نہیں ہو سکتا ہر حال اصلی چیز حس پر انہوں نے بلا ابہام زور دیتے وہی ہے جس کا رد نہ ہم چھلک دے اداریوں میں روپکری ہیں۔ ذرا دیکھئے وہ فرباتے ہیں۔“

”بھی اس حقیقت کا ہر ملک انجام کرنا چاہیتے ہیں کوئی مسلم ملک تھا وکی طور پر اصحاب الہباع اور اصحاب القید ہیں اور نہ کسی ملک کے جدید رجحانات میں تو انہیں اور حکومت کے نصیلہ ہمیں اور محبت بن سکتے ہیں۔ ماسو اس بات کے کریم کوئی مشرعی اور فقیہ دیں نہیں، تاؤں اسلامی کے تأخذ اور اس کی بنیادیں کتابیہ سنت اجماع و قیاس عالمگیر و دامنی تأخذ ہیں۔“

اور مسرا یا:-

”... کسی بیسے مسئلے میں جس میں غلط تجدید، مغربی افکار و آراء اور سے صریحیت، تاؤں سازی میں سطحیت و عجلت صاف جھلکتی ہو اور شرعی اصول ایسے نمائیں نہ کر سکتے ہوں، پھر اسے کسی غلط چیز پر اتفاق کر لے اور سائے مسلمان حملک اور وہاں کے ملادر کوئی غلط فیصلہ کریں یا اپنے حدود سے تجاوز کریں تو بھی ہم ہندوستانی مسلمان شریعت اسلامی کو اپنے سینے سے لگاتے رکھتے اور خدا کے تاؤں دا آخری تاؤں سمجھتے رہتے کافی ہے کہ جو ہیں اور الگ خدا نخواستہ سارا عالم ہیں جو دین و شریعت سے اخراج کرے تو بھی کسی چھوٹی سے چھوٹی اقلیت کے لئے بھی یہ اخراج جست جست اور وجہ جواز نہیں ہے گا۔“

ٹانیا یہ کہ اپنی براہی نعمت کی نار سائیوں کو ہم کسی درجے میں سلام بھی کر سو چھر بھی کیا کوئی بالغ لنظر اور صحیح الفکر کا شیرینہ سکتا ہے کہ جن نام نہاد مسلمانوں نے حکومت کو شہر سے کریے حالیہ ہر گھر طرف ایسا چاند کے فکر و احساس کو ایامہ اوری جھوکر بھی کیا ہے؟ پھر کوئی من اچھے کریا لوں ہو جانا اور بھر فلسطر اہم اختیار کرنا لیکن قابلِ حجم بقیت ہے لیکن جن کوئی نہیں مخدوں کا دامت رہے پہلے تکاح و طلاق کی حکم نصوص پر ہو کیا ان کی ہمی کیفیات بھی کسی حجم کی سختی ہیں؟ — ہم سمجھتے ہیں خود میر معارف بھی ان حکم سیروں کی متفضن نعمیات سے بے خرمنہ ہوں گے لیکن معارف سے جو عمارت ہم نے نقل کی وہ نادرست طور پر ان کی شمارت نفس کو مندو جواز اور ان کے فکری الحاد کو استحقاقِ حجم عطا کرنی ہے۔ ان لفوسِ قدسی کے باشے میں ابھی آئے ہم مستقل اچھے کہتے داسے ہیں نہ زایہاں اتنے ہی پرس کہتے ہیں اور اپنے تمام ہی محترم علماء اور ہم فضلہم کی خدمت میں حاجزاً ملنس ہیں لکھی کسی حال میں بھی ان مغرب گزیدہ ذہنوں کی بہت افزائی مت سمجھے جن کا نھاٹ و زندقہ اسلام کے حی میں کفر سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

میر برہان کے نظرات نسبتاً مفصل ہیں۔ انہوں نے بعض باتیں نہایت صائب اور جھی تھی کہی ہیں۔ ان کی روشن فنکری، غلوص، بصیرت اور علم و خبر سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ وہ بھی بھی عجلت اور تیز ردی بہت جانتے ہیں۔ ان کی چاق چبڑی کا وہ نے پہلے ہی اس سلسلے میں فکر کی جوست معین کردی اب وہ اپنی بصیرت کا سفر اسی پرشورع کو دشکے اور جو نکلے ہیں وذکی ہیں اس لئے وہ قدر سفر نہایت تیز ہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ احوال کے ذمہ اثرات اور بعض لطیف عوامل سمت کے معین ہیں بال براہ مرستق پر اکریتی ہیں جس کے تجھے آنکے چل کر فرق اتنا بڑھ جاتا ہے کہ چاند کی طرف چھوڑا ہوا اکٹھان سے ہزاروں میل کٹ کر گزرتا ہے۔

پیدا کر دیتے ہیں جن کا وجود ہماری فقرہ میں نہیں ہے اور مسلمانوں کا ایک بھقہ ایمانداری سے ان کا اسلامی حل چاہتا ہے۔ جب اسکو اس میں بالوں سی ہرثی ہے تو وہ دوسری ہیں تو اس سترتے ہے۔ اس سے مغربِ ندی کی بھی پسندی ملی اندھی خیالات اور ملحدانہ تحریکیں کو بھیلے کا شروع ملتا ہے۔

اولاً تو ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ میر معاشر جیسے اونچے درجے کے حضرات کا اسلامی فرقہ کے باشیں اس طرح کار بیارک بر محل اور جما تلا ہے۔ زیادا کوئی ذفری قانون ایسا نہیں ہو سکتا جس میں مستقبل کے گوناؤں والے دفاعی کی تمام جزئیات کا تفصیل احاطہ کر لیا گیا ہو۔ پھر ایکلی فہر اسلامی ہی کا ذکر کراس اندز میں کیوں کہ اس سے استحفاف کا دوسرا سی پی را ہٹا اور اسکی میں لکھتے ہوئے معانداں سے ناچاہتہ فائدہ اٹھا جاتیں۔ فرقے کے خلاف اور رخنوں کا ذکر کچھ اور رکھر کھاؤ۔ کے صانعوں کیا جائے تو میر معاشر جسے بدلیلِ القدر علماء و فقہاء کی شان کے ہیں مطابق ہو گا، کیونکہ بعض ایسے جدید مسائل کا پیدا ہو جانا اچھی فرقہ میں موجود نہ ہوں اس فرقہ کی خامی اور ہمی دامنی کا ثبوت نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک ناگزیر فطری افتادہ ہے۔ حماڑح خوبی اچھی طرح سمجھتے ہوں جسے کہ الگ چھپنے بعد یہ مسائل اپنی سلطی شکل دیہیت کے اعتبار سے ہماری فرقہ میں موجود نہیں ہیں۔ اور انہیں ہوتا ہی نہ جائے تھا۔ لیکن انھیں خاطر خواہ طور پر حل کرنے کی فکری بیانوں بہر حال فرقہ میں موجود ہیں لہذا الزام جاتا ہے تو ان علماء کی طرف جاتا ہے جنھیں بروقت ان بیانوں پر تھقہ کی عمارت اٹھا کر اپنی ذمہ داریاں پوری کر لی چاہتیں تھیں۔ وہ جبود و تعطیل اور فکر و عمل کے بجز کاشکار رہے تو انصاف یہ ہے کہ الزام کا سارا وجہ اپنی کے سر بر رکھا جاتے اور ایسی کوئی بات نہ کبھی جانتے جس سے خود فرقہ کے استحفاف کا شہر پیدا ہو۔

وہ ہے ہیں:-

"ہماری ذاتی راستے پر بھی کہ اس وقت حکومت کی طرف سے چیکیشن بن رہا تھا اس کی مخالفت نہیں ہوئی چاہیے تھی۔ مخالفت کا جو طور نام اپاٹھاڑا اس وقت بھی بلکہ زیادہ تو تک سے سانحہ اٹھا پا جا سکتا تھا جب کیکش علامہ پرشیل نہ ہوتا یا ہوتا مگر اس کی سفارقات خوبیں حلائل اور اسلامی حرم کے ہم معنی پڑیں۔"

مولانا سید محمد میاس صاحب نے بھی پرنل لامس کے موضوع پر ایک گران قی روضوں حکم سنبھال دعویٰ کے الجھیر میں سپرد قلم فرمایا ہے۔ اس کا نتکری رُجخ اور نیادی منہاج نہایت مشتمل ہے، لیکن مدیر براہن کی اس راستے کو انہوں نے بھی قبول نہ کرنے کے باوجود سخیور قرار دیا ہے۔

کیا اتنی سخیور ہے؟ — اس پر غور و تذکرہ اپاٹھے اپنی حکومت کا جو کرد ارجمند سائنس ہے مسلمانوں کے بارے میں جو اس کا ادارہ نہ کرے۔ امراء کلیفت کی اور ارکان از کا جو عضر اس کے سو شلزی عقیقے سرہنود بن بڑھنا جا رہے ہے۔ اس کی موجودگی میں — کم سے کم مزہب سے متعسل معاشرات کی حد تک پہنچا جو سخیور ہے جو علم مہنگا کے لئے ہم اپنا پہنچا بلماجرد پکڑنے دیں اور اجتماع جو مخالفت کو اس وقت کے لئے اٹھا کھیں جب اس کی اشیਆں روگ گلیکر پہنچ جائیں۔

ذینا پرست حکومتوں کی نظر میں "علماء" کس عنیں کا نام ہے۔ یہ دھنکا چھپا ہیں۔ نہوند بھنہا ہوتے پاکستان حکومت کی وضع فرمودہ اسلامی مشاورتی کو سل "کا دیدار کیا جائے۔" ابھی چند ہی روز تو ہوئے جب پڑت نہرو نے اپنے ایک جواب میں فرمایا تھا کہ حکومت اسلامی کیٹی بنائے کا ارادہ بطور خود انہیں کیا بلا بعض ذمہ دار اسلامی ہی کی توجہ دیا اور سلطانی پر کیا ہے۔ اب ذرا دیکھیجیہ یہ ذمہ دار اسلام کون ہیں۔ ناطر طارق جیسے لوگ اجھیں دین سے متعلق کسی مسئلہ میں "ذمہ دار" بھولینا اتنا بھی معمول ہو سکتا ہے جتنا اسلامی کو سائنس کے

مسائل میں دخل ادازی کا ایں بان لینا یا اقصیں و سرورد کے فن میں کسی شیخ الحدیث کی احصار میں تسلیم کر لینا۔
محضیریہ کے ایک غیر مختص اور اپنے مخصوص اصول پر کر کی تابع حکومت کو دین کے دائروں میں ایک بھی نہ تدم آگے بڑھانے کی اجازت دید تاکہ وہ ایسا ہی ہے صیہ کسی شیخیں گئی سے سلحشور کو خزانے کی بلڈنگ بوس طرح لگانے کی اجازت مرمت ترمیت کر دیتا۔ اس کا جو فرع محسوس نہیں آگئا ہے وہ ہماری ناقص راستے میں اس کی مضرتوں کے آگے باطل تھا ہے۔

ایک بات اور مدیر براہن کے ادارے میں محل نظر معلوم ہوئی۔ انہیوں نے فرمایا:-

"اسلامی معاملاتے میں مختلف خارجی اور داخلی اسایاں جو شدید ترین فساد درستے ملکوں میں پیدا ہو رہا ہے وہ ہندوستان میں بھی کچھ نہیں ہے اسلامی ضرورت ہے بلکہ ہر ہا بھی ان کی روک تھام کے لئے تو ایں بنا شے جائیں تاکہ کوئی شخص مذہب کی آڑ میں پڑائے نفس کی نکیں و سکیں کی جگات نہ کر سکے۔"

ہم عرض کرتے ہیں کہ اول قبیل دعویٰ مٹا ہے اور واقعات کے بالکل خلاف ہے کہ ہندوستان کے اسلامی معاملاتے کا فساد دیگر جواہر کے مقابلے میں شدت پر کا فساد ہے کہ جو اس کے مقابلے میں کم نہیں۔ پیدا عومنی شایر عمل کے زور پر کارہیاں سے ورنہ ہمارا تک عالمی صاف اور سطح پر بھی کاغذی کاغذی کے مقابلے میں کم نہیں۔ کامیابی کا فساد کے مقابلے میں عشر عشیر بھی نہیں جہاں مسلمانوں نے مغربی اندماں نظر پر ہوئی کر لیا ہے۔ جہاں جس درجہ میں بخوبی عالمی تصورات اور تہذیبی انکار کی یہ ریاضی ہوئی اسی درجہ میں عالمی فساد پڑھنا گیا اور اخلاقی قدروں کے پر بھی اسے کوئی مختلف نہیں۔ مسلمانوں نے کچھ دو طریقے کے اعداد و شمار بوس طریقے ایسے ملکوں ہو گا کہ جن سلم معاشروں نے اسلام کے عالمی قوایں میں مدد بیان کری ہیں یا انہیں پھیل کر بڑھا دیا ہے میں

کی راہیں دشوار بنا دی گئی تھی میں اور ہماسے جھل، لاپرواں اور بے شوری نے اس دشواری کو اور زیادہ طرف ہمازے قابوں کیا کہے گا اگر ہم ذہنی اور عملی دونوں اعتبار سے مغلب بن چکے ہوں۔

یہ قوایک بات تھی۔ دوسری بات تشویش کی یہ ہے کہ جو مفصل فقرہ ہم نے دریہ رہان کا نقش کیا اس سے تم عین ہم تو نہیں کہ خود ان کی نگاہ میں بھی ایکسے زائد بیرون کا مشکل نہ صرف یہ کہ خطرناک صورت اختیار کر گیا ہے بلکہ اس کا صحیح میں پہنچ جائے کہ نام نہاد اصلاح کی ہمیزی زد اسی بر طبعی چاہیئے۔ شدید ترین ضاد کے الفاظ قوم عام مخفی حس کے ذیل میں ہوں پر شوہروں کے ظالم کی نامہ ہی صورت میں آسکتی تھیں لیکن جب نئے قوانین بتائیں تا انکی صورت کا دادا بھٹکی انہوں نے اس بات کو تو نہ ارادیا۔

”کوئی شخص مذہب کی آڑ میں ہوائے نفس کی تکلیف و تکمیل کی جو اُت سکے۔“

تو معلوم ہوا کہ ان کے میش نظر ان مصیتیوں کا سید باب نہیں ہے جو غیر اسلامی رسوم یا مردوں کی تسلیم کے باعث خورلوں کو دریشیں ہیں بلکہ اکیل اس صیحت کو وہ سب کو سمجھ رہے ہیں کہ کچھ لوگ ایکسے زیادہ ہیوں کر لیتے ہیں۔

یہ تو بالکل ہی نہایج سنکھے جو اس لائق حاکم مولانا اس کے رد میں میش ہوتے۔ اقل تو یہ ایک قطعاً خالی اور طبعاً امفوض ہے کہ مسلمان معاشرے میں ایکسے زائد بیوی ہم کرنے کا شوق کوئی ایسی دبائی تکل اختیار کر گیا ہے جس کا مخفی توشیں لئے کی صورت ہے۔ افراط اور خالص افتراق۔ ہم بلا خوف تردید کر سکتے ہیں کہ اگر ایک سے زیادہ ہیوی رکھ کر ایک بیرانی فرض کر لیا جائے اور پھر پورے ملک کا سرے کر کے دبھا جائے تو یہ تراثی کسی بھی دوسری بیرانی کے مقابلے میں کمر بکار اقل قليل لے گی اور پھر یہ جائزہ لیا جائے کہ دوسریوں والے نئے نئے گھر ایسے میں جہاں دونوں ہیویاں واقعہ منظوم ہی جا سکتی ہیں تو لگنی اور بھی کم پڑ جائے گی۔ یہ ضروری تو ہمیں کہا دہ ہیویوں کی موجودگی ہر کو ہمہ ہی بنا دے۔

ضاد کی بھروسہ ہے اور اسے دوز افراد فوج محل ہو رہا ہے اس کے مقابلے میں ہندستان کے سلمان معاشرے کے ضاد۔ ہمیں بھی معاملات کی حد تک اتنا بھی ہمیں جتنا من کے مقابلے میں دس سو سو پھر بیدس سیز بھی زیادہ تر یا تو اس وجہ سے پیدا ہو اسے کہ مسلمانوں کے بعض حلقوں میں غیر اسلامی رسوم کو اپنا لیا گیا ہے یا ایسی عدالتیں موجود ہیں ہمیں جہاں سے ٹھنک اسلامی قوانین کے لئے این بیداری اسی صفات میں تکے۔ پہلی وجہ کی ایک مثال ہے درآمد اور بہارہ غیرہ کی وہ مخصوص اور اسلام دشمن ہم ہے جسے چھپر اور جوڑے کا نام دیا جاتا ہے اور دوسری وجہ مثال سے بالا تر ہے۔ ہندستان کے کسی بھی گاؤں یا قصبه میں ایک بد نہاد مسٹر ہر بیوی کو معلق کی کہا جاتا ہے۔ اب کیا اسلامی پر مصل لام اس مظلومہ کو الصاف دلوانے والے بہترین قوانین سے عاری ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسلام کے پاس توزیں قوانین ہیں ہم اور خیر سے بہارے ملکی ٹاؤن میں پر مصل لامیز غدن بھی نہیں، لیکن اس کے باوجود ہر ای تکھدہ الاحادیث نے کہ اس مظلومہ کیلئے الصاف کی صندل نکل پہنچا ایک نیا دروسروں نے بغیر عمل ممکن ہی نہیں۔

توضیح و تھیق تھا اس کی نہیں کہ زور نئے قوانین سے بیرون یا جائے۔ زور اس بات پر دینا چاہتے کہ اسلامی سرپرزا کے مشہرت اور منفی دلائل طرح نے قوانین کو نافرمان کرنے کی آسانیاں ہیتاں کی جاتیں۔ ٹاؤن کی واجہی تا شیر کی بھیڑہ اور طویل الذیل حنایطیوں سے روند کر سرمه رہ بنا دیا جائے رہ بعض ایسی بھیڑگوں کا معاشرہ جو اپنے قائم اور ہستہ کے لحاظ سے نہیں ہیں اور جن کے باڑے ہیں کہا جائے کہ ہماری پرمادی فرقان سے خالی ہیں تو انہیں بیٹک اختماد صحیح کے ذریعہ نئے قوانین سے سچھایا جا سکتا ہے لیکن یہ بات ہرگز فراہم کو شہر ہوئی چاہئے کہ ہماری اصل صیحت اسلامی فخر کی تھی دامنی اور اچھے قوانین کی نایابی نہیں بلکہ یہ ہے کہ قوانین سے قائدہ حاصل کرنے

استعمال کیا گیا ہے۔ تجدید پسند حضرات اس لفظ کی آڑ میں ہر اسلام کو کفر اور ہر کفر کو اسلام قرار دیتے کا ذرا مہر بہت دنوں سے بھیل رہے ہیں اور آئندہ بھی بھیلیں گے۔

یہ مخصوص بحث و نظری کا کچھ ایش رکھتا ہے لیکن جو کہ ہمارے خیال میں مدیر برہان نے ذیر بحث فقرہ روایتیں لکھ دی ہے اور انھیں اس کے عوائق و مضرات پر اصرار میں ہرگز اسلئے اسی اجمالی پر اتفاق اترے ہیں۔

انھیں بھی پہچانتے

مثال مادہ چمکنا تھا جس کا داعی سعید
خسریدی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی

وزیر قانون سٹرائک میں نے جب راجہ سعید میں یہ مفتریا اک حکومت ہنسنے سلم پر منسل لائز میں ترمیم کا ارادہ تھا کہ راجہ یا ہے کبون کہ مسلمانوں کی اکثریت اس کے خلاف ہے اور اقلیتوں کے پرمن لازم کے باشے میں حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ جب تک خود اقلیتوں ہی کی مرضی نہ ہو ان کے پرمن لازم میں کوئی ترمیم نہ کی جائے تو جانتے ہیں آپ طارق نامی میرے کیا فرمایا؟ — سینے اخنوں نے فرمایا۔

”اصلاح کرنا حکومت کا کام ہے جبکہ ملکوں میں
شریعی قوانین میں ترمیم کی گئی ہے تو پھر مہد و ممان
میں یہ سوال کیوں اٹھایا جا رہا ہے کہ مسلمان خود
ان قوانین میں ترمیم کرنے کے لئے حکومت پر بذاؤ
ڈائیں؟“

اور ایک سے زاید ہو پر بائندی عائد کرنے کی غصہ سے ایک کانگریسی ممبر طرفی حسن ہمدانی نے جوں ملائیں میں ہمارا انظر یں جیلیٹیوں سے میں میں کیا تھا اسے اب رائے عائد کے دباؤ سے بھجو پہنچ کر واپس لیدے ہوتے جو کہ ان صاحبِ فرمایا اسے بھی میستے۔ وہ کم و بیش یہ ہے کہ اگرچہ رائے عائد کے آگے ہے میں ہر کو کہیں بل واپس لے رہا ہوں میں تعدد ازدواج کی مخالفت اسکیلے کے اندر بھی اور باہر بھی مصلح کرنا ہمرا مقصد زندگی پر گاہا سے سمجھے آپ؟

دوسرے یہ جو ہر ایسے نفس کی بھیں اسکیں یہی الفاظ ملکیت نے استعمال فرماتے ہیں ان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مغرب زدہ تحدیدین کی طرح ملکوں جسی ہی خیال فرماتے ہیں کہ مرد کو ایک سے زائد بھی لانے کی اجازت اسلام صرف جووری کی حالت میں دیتا ہے۔ مثلاً بھلی ہیوی باخچہ ہو یا کسی ناگفتہ مرض کا شکار ہو یا ایسی ہی کوئی آور صورت درپیش ہو جس میں دوسری بھوی لائے بغیر کام نہ چل سکے۔ لیکن اگر ایسی کوئی جووری دی پڑی نہیں ہے بلکہ وہ جسی تعلف ہے اور طبعی میلان کی بنیاد پر دوسری بھوی لاتا ہے تو مدد حکم نزدیک فعل نہ صرف مذہب کی آڑ میں ہیاشی ہے بلکہ اس لائن ہے کہ اسے جبراً قانون کے ذریعے روکا جائے۔

ہمیں ہمیں حسلام شریعت کے مصادیں سے یہ خیال کہ مصادر سے اخذ کیا گیا ہے۔ قرآن، سنت، اجماع احادیث اس میں سے توہراً ایک اسکی تردید کرتا ہے۔ اسکی خیال فی الحقیقت برائی سے جسے فقط ان جووریوں کی بنیاد پر حاصل فرما دیا جاسکتا ہے جو چشم سرے نظر آنے والی ہوں۔ اگر ان جووریوں کے بغیر فقط جذباتی تقاضوں کی بنیاد پر کوئی شخص دوسری بھوی لاتا ہے تو اس کا یعنی ہر ایسے نفس کی لیکن اور یہاں یہ جذباتی تعلف ہے کتنے ہی مشاریع ہوں۔

اسی طبعراً مفروضے کو پاکستان کی عالمی روپورٹ میں بھی باب الفاظ میں کیا گیا ہے کہ:-

”اگرچہ ہمارے معاشرے میں مردوں کی بہت کھوٹی کی تعداد تعدد ازدواج پر بھل کرتی ہے لیکن اس ضمن میں ان کے مقاصد اور طبقہ عمل ہمیشہ غیر عقلی اور غیر اسلامی ہوتے ہیں۔“ (شنبہ ۱۹)

”غیر عقلی“ کا لفظ اپنے دلیل و مفہوم میں بالکل واضح ہے۔ یہ سر جذبے کو چاہے وہ خالص جسی نوع کا ہو یا ذوق اور وجہ اپنی نوع کا دوسری شادی کی ایاحت کے لئے ناکاف قرار دیتا ہے اور ”غیر اسلامی“ کا لفظ ہم ہے۔ یہ دو اصل سیاست

صرف نظر ممکن نہ ہوتا اور تعددِ ازدواج کی وجہ سے ہر زوج کی کوئی صفت، بہ تعداد اسی صفتیوں کا شکار ہوتی ہے جن پر نظرِ احتدا در من اور حساس لوگوں کیستہ ایک قبیلی فعل فرازدیا جاسکتا تب تو یہ تاویل ممکن ہتھی کہ طبق فہرست ای جیسے در داشتہ اور تصرف الطبع لوک تحریر کے جزو ہے سے عیاپ ہرگز ہیں اور تعددِ ازدواج کی خلاف مغربی کی ذہنی علمی کا تجزہ نہیں بلکہ قابل فدر المانی جزیبات کا ایک طوفانی تقاضا ہے جو فکری اعتبار سے تاویل ہونے کے باوجود خلوص و ریکیتی سے خالی ہیں۔

لیکن جب صورتِ حال اس سے بالکل مختلف ہو اور تعددِ ازدواج کی قدر آنی اجازت نے ذرا سادھی قدر معاشرے میں کھڑا اندکا ہو تو کسی مسلمان کا معاملہ کے درمیان زخوں اور ناصوروں کی طرف سے آنکھیں بند کر کے مرے۔ پہلے اسی قرآنی اجازت پر ہر سے بھائیں سرگرم ہو گئے اس کے سو ایکاً صفتی رہتی ہے کہ اس کے مش نظر قومِ ملت کے کسی داعیِ حرم کا اندماں اور داعیِ صفتی صفت کا استیصالی نہیں بلکہ مغرب کی ذہنی علمی کے تحت وہ قرآن کی ایک بحیل پر خط خسیکی ہیچ دینا چاہتا ہے جو اس کے علماء اذ انداز فکر اور فاسد مزاج و وجہان کے نقطہ نظر سے شرعاً غیر منصفانہ اور لائق نفرت ہے۔

تعددِ ازدواج کا سرے سے کوئی قابل توحید نہ ہونا صرف واقعات کی روشنی میں اہم کام ہے بلکہ خیر سے یہ نام نہاد مصلحین بھی ایسا ہی جانتے اور بھتہ ہر مسٹر جدراں صاحب کے پس کرده ہیں کیا ہی سلطانِ اعظم ہے:-

”تعددِ ازدواج کی اگر چشم پر سائل نام کے بعد، اجازتِ دی گئی ہے لیکن وہ اعلانِ ترک کر دیا

گئے اور مسلم رائے عالمہ یک زندگی کی بُردا“^۱ دیکھا آپ نے۔ بحدراں صاحب خود اعزاف کرتے ہیں کہ تعددِ ازدواج باوجود اجازت ہونے کے مزدوں کا ہر چکا ہے۔ پھر وہ ایک معلوم قسم کا ایک پیش فرمائے ہوئے

یہ صورتِ حال مدتِ اسلام کو اس نکتے پر بخوبی کرنے کی دعوتِ دیتی ہے کہ مسلمانوں جیسے نامِ نکھنے والے جن لوگوں کی اسلامی تصورات سے بیزاری اور غریب افکار کی ذہنی غایبی کا یہ عالم ہو کر وہ قرآن کی بعض قسمِ تصورات سے نہ صرف سخرف ہوں بلکہ ان کے خلاف ہل الاعلان بیزاری، استکران اور نفرت کا انہصار کرنے میں بھل جسمانی کیتے ہوں گیا اپنی واقعہ مسلمان ہی مانتہ رہا جا ہے، یا متفقین کے ذمہ میں شمار کرنا چاہیے؟

چونکہ ملت - بات کو پہلے اچھی طرح بخوبی پختے۔ دیکھنے ہی اخراج - زیادہ ناکاروں کے انہیں کرتا۔ تحراب پیتا ہے، سودھاتا ہے۔ انگریزوں کی طرح رہتا ہے اسے ہم را ترہ اسلام سے خارج ہیں کہیں گے۔ لیکن کہ یہ بار اعمالیاں فقط معصیت ہیں اور معصیتِ مسلمان کو کافر ہیں بناتی، لیکن دوسری چیز ہے ذہنی اخراجات۔

زیدِ تحراب نہیں، سودہنے کھاتے لیکن قرآن و سنت کے کمی مسلم اور حق علیہ حلال گھر ام بنائے گے دیکھنے پر نیز وہ یہ تصور رکھتا ہو کر خدا اور رسولؐ کے بنائے ہوئے بعض قرائیں طالما نہ ہیں اور ان کے مقابلے میں دوسری تھنوں کے وضعِ خرمودہ قاریں زیادہ چند بُردا، زیادہ عادلانہ اور زیادہ مصیب ہیں تو ہم اور آپ کہیں یاد کہیں لیکن قرآن و سنت یہی کہتے ہیں کہ یہ خصوصیات دوسری نہیں داخل ہو گیا اور اس کا شمار متفقین میں پہنچا

نام سے دھوکا کا ارتھ کھاتے۔ دیوار کا نام آپ درخی رکھدیں تو وہ انسانے نہیں بینے لگتی۔ خیر سے نکتے ہی خدا پر اور نہیں بدمکیوں سے، ایسے ہیں پوشاں مسلمان ہیں اور آج بھی ان کے قامِ مسلمانوں ہی جیسے ہیں کہ کیا اپنی مسلمان مانا جائے گا؟

مسٹر طارق اور مسٹر جدراں جیسے حضرات کی روش میں الگ حسین تاویل کی کوئی ادنیٰ اسی بھی صفاتی ہوتے ہیں کی اطلاع ہیں ضروری جاتے۔ ایک سنت نامہ پر یاں کہیے کہ رواج اگر معاشرے میں اس درجہ عالم پر چکا ہوتا ہے

نامدار نہیں؟ ٹھوڑا یا جاری ہے پھر بھی وہ یہ کہتے ہیں ادنی سی شیرم، خوف خدا اور اسلامی ذمہ داری محسوس نہیں کر سکتے۔ "مسلمانوں میں دُوزو جلی کور و کنا ضروری ہے۔"

تو اس کے سوا کیا کہا جائے کہ یہ کفر میں بول دیا ہے۔ کاش یہ علی حسن "نام رکھنے والے محترم اپنے نام ہی کی بچھ لاج رکھتے اور نام بخ کے اور اق انتہ کر دیکھتے گری علی اور حسن بخ دیوان اللہ ملیحہ دیوان نے کتنی تکنی بیویاں رکھی تھیں اور طاری وہ تھجھ جن کے اختیار علی اللہ اور قوت ایمانی نے اپنے بیڑے کی ساری کشیاں فنا کے گھاٹ اٹا ر دی تھیں مگر طاری کے مطہر طارق خدا اور اس کی بیانات سے اس قدر خفا اور بیگان ہیں کہ تو انہیں شرعیہ میں سرکاری تحریکم و اصلاح کے بغیر انہیں بیند نہیں آتی۔ ذرا بخور دیکھتے ہیں حکومت ایک فاطر وہ پر جلنے سے انکار کر رہی ہے مگر طاری صاحب کہتے ہیں وہ کجا وہ براہ راست ہے بھی رومنے کے لازم ہے۔ تم مت پرداز کر کہ مسلمان کی جمع پکار کر رہے ہیں۔ وہ گدھ ہیں۔ پہنچ لاء کا حلیہ بخاڑو۔ خدا اور رسول کی بھول چوک۔ کی درست کرو۔ العادۃ الششم العیاذ باللہ

نزا و حود سرایا تخلیٰ زندگی زندگی

ک تو ہیں۔ کے عادت گروں کی پیغمبر
یہاں ہیں اسی ختم حوالہ تاریخ کے صاحب زادے
مولیٰ اللہ عاصی صاحب کا رک نافریا۔ آتا ہے جمالی گاؤں کے
تازہ خداد کی پورٹ میں درج ہے:-

"بیرا نماز ہے۔ ہے کہ خداد اس نے نہیں ہونا کہ
مسلمان باجمہ جانے میں اڑتے آتے ہیں بلکہ ایکجا
کے اسی خداد کی اگر فضیلات پر اگر خور کیا جائے تو
تجھے تھیں ہے کہ میں یہ رائے قائم کرنے میں جو
ہیں گا کہ خداد اس نے کیا گا کہ مسلمان اسی تھی
کا تصویر ہے کیوں کہتے ہیں کہ مسی کے سامنے باجمہ
نہیں جایا جاسکتا۔" (الجمعہ ۲۴ ربیعہ الثانی)

اس تاثر میں جا رہتے ہیں اور اسلام دشمنی کے
جزیے سے خود فرقہ پرست ذمہ کی صورت صادرست عکاسی

جب بے کچھ ہیں کہ:-

"ہر چاہ کہ مسلمانوں ہیں دُوزو جلی کو روکنا ضروری ہے۔" تو اس کے سوا کیا بچھا جا سکتا ہے کہ کسی موجود سے اور حقیقی آفت کا ازالہ ادنی درست میں بھی ان کا مفہود نہیں بلکہ مقصود صرف اور صرف قرآن کی دی ہوئی آیات کو حر جز از اور سماں اور مسکم نصوص کی نظر میں مخالفت کرتا ہے۔ ایسا کا جمل اوسکی اگر اسان کے تدبیذ میں ہیں تو ہذا یا جانتے کہ کیا کسی غلب دہ ہیں قرآن و سنت کی صداقت و حفاظت اور ان کی بعض صریح و تکمیلی نصوص سے بدترین قسم نامعناد، بیزاری، انفرت اور تمنی بدل و قلت بخ ہر سلسلہ ہیں ۹۹ کیا کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتے ہوئے ہی مسلمان بچھے جانتے کا سخت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے بعض بیلے اسور کو علاں کر دیا ہے تھیں حرام کرنا اور رکنا ضروری تھا۔

رواداری اور فراخ دلی کاغذتہ رکھنے والے لوگوں سے بھی کتر مشتد، ملاؤ از نگار نظر نہ جانتے کیا کامیاب نگاریں کے لیکن ان کے طبع سے ڈکر جم ان آیات قرآنی اور احادیث میتوں کو تو فراموش نہیں رکھتے میں ہیں متفقین کے کریما، خصال اور حکما میں کچھ ہیں۔ ہمیں بتاؤ اگر مسلمانوں صیہنہ میں رکھ کر۔ آئی تصویرات و نظریات اور حکام و اعلیٰ سے علم پر بیزاری، ڈکنے کی چوٹ ہوادشت اور سبے مجاہدین مذاقت، نہیں ہے تو۔

من اورتی کس چڑی کا نام ہے۔ کسی طارق اور سہادت کو یہ بروپے شک احتیا رہے کہ وہ کوئی بھجوں نظر یا اور عقیدہ رکھے وہ خدا کا انکار بھی کر سکتے ہے اور سچاں خدا بھی مان سکتے ہے نیکن یہ بھری بُردلی اور دعا باندی کی بات ہے کہ خدا اکی کتاب پڑا یہاں اور اطمینان نہ رکھتے ہوئے بھجوی وہ اپنے آپ پر مسلمان ہی شمار کر رکتا ہے۔ مسلمان اے کچھ ہیں جس نے قلب میں ایسا ہو اور ایمان کسی نسلی یا جغرافی حصہ صورت کا نام نہیں ایک کیفیت کا نام ہے۔ یہ کیفیت ہے جو ایمان جنم ہوا۔ تعدد اور واج کی قرآنی اجازت نے کسی کاچھ نہیں ملکوں اور ہماری ایمان صاحب خواستہ ہیں کہ اس اجازت سے عمل

مکھی سی۔ نتائج اخذ کرنے میں جلدی مت بیکھے
ہملا بر تحریر طارق و ہمدانی جیسے تھفڑات کے باشے میں قلعے
تھر فزیں ہے۔ فتویٰ اور خیرو درج کے علماء کا منصب ہے
اوکسی مدعاً اسلام کو کافر فراہد نئے کے لئے علماء کی اگر
معذربہ جماعت کا اتفاق بھی ایسا کہ ضروری ہے۔ اگلے
ہم کیا اور ہمارا فیصلہ کیا۔ ہم آنعامہ مسلمین سے فقط یہ
کہتا ہائے ہیں کہ انہیں بھی بحاجت ہے ایسا اقتدار کی مدد
تک اپنے ہی کے وظیں سے بچتے ہیں۔ انہیں وظیفت
وقت اپنے کچھ نیک ایسیں والستہ کی ہوں گی لیکن
آن کے ذریعہ اقتدار کی پوری فرامل دیکھنے اسیں کہاں
تک انہوں نے آپ کی وظیفات کو پورا کیا ہے اور کہاں
امید رکھا کا گلاب گھوٹا ہے۔ وقت مغذی برخراپ سے
دوٹ مالکیں گے۔ آپ کا نگوں کے نام پر انہیں پھر
نماز دین گے۔ کالمکریں کو دوڑ دینا نہ دینا الائچہ
ہے۔ اس سے بحث نہیں بھتے ہیں۔ وہ کس نے اپنے نہیں ہی
کیا وہ مسلمان ہمایتے ہیں۔ وہ جزو اسی بات پر اعتماد ہے اور کھمٹتے
ہیں کہ مسلمان ہمایتے ہیں کو اچوں کو اپنی صاحبیت کیتے
یا تو شگوار کیوں بھتے ہیں۔ وہ کس نے اپنے نہیں ہی
قصورات و اقدار کو بالائی طاقت رکھ کر ہمایت کیتے ہم سکتے
ہم شریب نہیں ہو جاتے۔ اسی خواہش کے کوئی ہوں گے
نام بھی رکھے گئے ہیں جو خود حکومت کے حلقوں میں
خاصصہ مقبول ہیں۔

تو کچھ اسی ذرع کا معاہدہ تجدی دیندوں کا ہے کہ
مسلم پرستیں لا مریں تمہم و تبغ کا داعیہ ان کے اندر کی
معقولی اور شریفانہ احساس نے پیدا نہیں کیا بلکہ
انہیں تو بھردا اسی بات سے کہہ کر مستلم معاشرے میں

تعود اندواج کی اجازت ہی کیوں باقی ہے جب کہ اسدار
مغرب اسے غیر مذکوب، مشرمناک اور ظالمانہ قرار دیتا
ہے۔ فرقہ پرستوں کی طرح انہیں بھی کسی عملی بیناد اشتغال
کا سامنا نہیں بلکہ اصل عصیت خدا اور رسول صلیٰ پر ہے کہ
یکوں انہوں نے تعود اندواج کو بساح قرار دے کہ میں
امریکہ والگستان سے شرمسار کیا۔ میکن براؤہ راست
خدا اور رسول پر عصیت اُنہا نازد اکائے دار دھا۔ پہذا
بالواسطہ مسلم پرستیں لا مرکو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

دیکھنا ضروری خیال نہ رہاں گے یا تمہیں یہ آپ جانیں۔ ہم تو پوری طرفہ ہی بھکھتی ہیں لیکن خدا آپ اصرار کیا توجیت آپ ہی کی ہو گی۔ کیونکہ تمہارے آپ ہی کا ہے۔ آپ ہی کے دم سے ہے۔

ایجھٹ حضرات نوٹ فرمائیں کہ اس نمبر کی ثابت سوار و پیسہ ہو گی۔

کتنے کئے کبھی کھار بیماری آئی ہی چاہئے۔ جب رائی ملاقات کی لذت میں افذاخ کرتی ہے بشرطیک علی غاطر جاندار ہے۔ ویسے جھلکی تماں کے طور پر ہم نے پیش لظر شماں سے میں آٹھ صفحات زائد دیجئے ہیں۔ نمبر تو اندازہ اللہ ووگے کے قریب ہو گا ہی۔

آپ لگ "مسجد سے بخانے تک" کبھی اس نمبر میں

نادر مہر حتف

مہر کے مائیہ ناز تحقیق استاذ ابوذر ہررق کی تینی عظیم الشان کتابیں اردو بلہاس میں

تاریخی ماخذ کی جیشیت رکھتی ہے۔ دجال لگیر، روح النبی و نبی پسر۔ اندود تربہ روان اور شکفت۔ چار چشم جلدیں میں مکمل

مجلد بیتلیں پڑے

حیات امام ابن القیم نام اہن یتیہ کے شاگرد رشید کی سو اربعسیں ہیں عقائد، فقہ اور تصوف میان کے افکار عالیہ کو تفصیل کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تایفہ تیوف کو ہر کسکے جامعہ القاہرہ نے اسلامیات کی اعلیٰ ترین فکری عنایت کی ہے۔

مجلد بارہ روپیے

حضر عمر و ابن العاص اعلیٰ درجہ کے مدرب صحابی، اہمترین سپہ سالار قابل تقدیر انشور اور الفلاحی مجاہد حضرت عمر و ابن العاص کے حیرتناک تکمیلی عادات کا تفصیلی تذکرہ

مجلد دس روپیے پھرستے ہیے

فقہ الاسلام اسلامی فقہ کے ارتقاء کی مفصل اسناد قیم تریجی اصولوں اور دو رجید کے تفاصیلوں میں محنت مدد روا بسط کی فیضان نشاندہی۔ خیال آفسروں اور بصیر افراد۔

مجلد بارہ روپیے

انسان کامل قرآن حکم اور احادیث بھوی کی تفہیہ لشمنج کی روشنی میں علم تصوف کے اسرار درموز، احوال و ظروف، کنایات و حکایات اور حقائق و معارف۔

مجلد تیہت دس روپیے پھرستہ ہیے۔

مکتبہ ہو تھلی۔ (دیوبند روپی)

پسندیدہ روپیے

تو روپیے

اکیس روپیے

اہت کے تین رفع و جملہ الحشر کی یہ تینوں سوچ تعریف سچبے نیاز ہیں۔ ان کے علی و فکری کارناوں کے بیان میں استاذ ابوذر ہررق نے تحقیق، ترجمہ تکمیلی اور شرح و بسط کا حق ادا کر دیا ہے۔ جلد طلب فرمائیے پھر شاید نہ مل سکیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی کی دو شاندار کتابیں

امام الہنینہ کی سیاسی زندگی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں فاصلہ مختلف نے امام اعظم کے سیاسی موقف اور سرگرمیوں کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے۔ مجلد بارہ روپیے

اسلامی معاشریت اپنے موضوع کی اردو میں منفرد کتاب فنکر انگریز اور بیش بہا۔

مجلد بارہ روپیے

عربی سے بعض اردو ترجمے

زاد المعاشر علامہ حافظ ابرین قائمؒ کی وہ مشہور دراں کتاب جو تھضرت صلیم کی سیرت پر کہتا بھی لئی ہے اور ایک مستند

تجھی کی طاہری

نیز ان حضرات کے علی ریعنی اطہری ایک مشت کو ختمی بنانے کے سلسلے میں ذمہ دار کون ہے گا کیونکہ ادھر جھوٹی طاڑھی فیضن کی غیش اور آخوت کی بلا بھی مل کی سنت بھی یوری ہو گئی۔ یقول کہ۔ زندگے رند ہے ما تھد سے جنت نہ گئی۔ رہا مضمون خیری کا سوال جیسا کہ آجنباتے تجھی میں رشد فرمایا ہے، تو تمام ہی منفیں ان سرخہرے انگریزی طرز کے مسلمانوں تک کو مضمون خیر معلوم ہوتی ہیں تو پھر کوئی عقائد جسکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی یوری کی ہو اکا خیال ہی کیوں کرے۔

الجواب:

جو شخص اس کامدھی ہو کر یک مشت داڑھی تمام علاج سلف کے نزدیک ڈا جبے، اسے خود ہی اس کا ثبوت بھی پیش کرنا چاہئے۔ تمام علمائے سلف تو درکار رجہاں تک ہمیں علم ہے فقط چاروں شہرہ آفاق المہر کا چھی اتفاق ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ انکر دیا جائے تو بحث ختم اور اخراج بالائے طاف۔

ایک شیر نہیں جانتے کہ جمہور علماء کے الفاظ اصطلاح ایک سے زائد معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ایک معنی تو ایسے ہیں کہ جب وہ لمحظہ ہوں تو جمہور علماء کی رائے سے اختلاف کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ کسی بھی صادق علم سے پوچھ لیجئے وہ آپ کو بتائے گا کہ فرق کی اونچی کتابوں میں جایا اس کی تصریحات ملتی ہیں کہ مسلمان مسلمین جمہور علماء کی بیان سے ہے لیکن امام ابوحنیفہؓ یا امام شافعیؓ یا امام مالکؓ

دارھی متعلق

سوال: - اذ رسالہ میں قادری - ضلع راچھور (مسور) طاڑھی کے سلسلے پر جاہب مولا نامہ دودھی صاحب جاہب میداحمد عونج قادری صاحب اور آجنباتے تھرے نظر سے گذرے اور حسب ذیل نکات پر خاکدار کی تخفی نہ ہو سکی :-

(۱) آیا ایک مشت داڑھی کے باسے میں تمام علماء سلف کا اتفاق ہے؟ اگر ہے تو یقول شیخ مولانا جد دافت نامی توں جمہور علماء کا ہی قابل قبول ہے اور اس کا خلاف قابل رد۔ اور الگہ نہیں تو برراہ کرم خیر القرون کے چند علماء کے فتاویٰ کے باہت تم سے کم مقدار تلقی فرمائیں۔ (۲) میرے کئی دوست احباب جو شاید اس طرز سے کہ "خشی" سے تو صفائی پہتر" راشم اللہ سے طری داڑھی درکھتے تھے جاہب میداحمدی صاحب کے قتوے کے بعد سب خشمی ہی برا اثر آئے ہیں۔ کیونکہ نفس کی وسیسہ کاروں سے خوت داڑھی رکھنا اتنا وقت طلب ہنس سے جتنہ کہا مشت رکھنا اور اس تو علمائوں کا فتویٰ بھی باہم آگیا ہے اور آپ کے استدلال کے مطابق کصفائی سے تو تم سے کم داڑھی بہتر ہی ہے۔ مگر آپ کو زایدی معلوم ہرنے پر تعجب ہو کر یہاں جھوٹی طخشمی داڑھی نشیں میں داخل ہو گئی ہے۔ کسی کو سچیں اور ایں ہمودتک، پچھوئی خشمی داڑھی صباں رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں اول الذکر اور نامی الذکر خشمی میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

خشی درد سے بچا رہے ہیں۔ ان دو مدتیں سے کہیں کہ آپ پشوتو
خششی دار طبی رکھیے۔ اگر آپ کی پوری زندگی مولانا مودودی
کے تصریح کردہ قابل اعتمان کے مطابق ہے اور دار طبی کے مسئلہ
میں آپ کا طرز عمل شخصیوں اور استہرار پرستی نہیں ہے تو آخرت
کی بیش بہترین انتہا اللہ آکے لئے تھوڑا ہیں۔

لیکن اگر ایسا نہیں ہے، یعنی دار طبی تو انہوں نے مولنا
مودودی کا نام لے کر شخصی کرائی مگر اپنے مشاعل اپنے کردار اپنے
تصورات اور اپنے شب و روز کو اس سلسلہ میں نہیں پھالا
جس کی طرف مولانا مودودی عصمه در انس سے مسلم دعوت دیتے
چلے آئیے ہیں تو کوئی منصف هزارج اور معاملہ فرم آدمی اس کے
سو ایسا فیصلہ دےتا کہ شخصی دار طبیوں کے مسئلہ میں ہو لفٹا
مولانا مودودی یا کسی بھی عالم کی آئسے کریمین بنا افقط شغل
تفريح ہے۔ دین سے تحریر ہے، دار طبی کے مسئلہ کو انہوں نے
موضوع تفریح بتایا ہے۔

یا اما احمد یا فاسی ابو يوسف یا فخر نے اس سے اختلاف کیا ہے
ایک مفہوم سے شک الیسا ہے جسے ملحوظ رکھنے کی صورت
میں جو ہر علماء کی ملائے سے الفاق اور قبول و انتقاد ہے مسروی
ہو جاتا ہے اسی مفہوم کے لحاظ سے حضرت مجید اللہ تعالیٰ نے
جمہور علماء کے قول کو قال قبل اور اس کے خلاف کو لائی رہ
کیا ہے، لیکن یہ ثابت کرنا ہمارے نہیں بلکہ دعویٰ کرنے والوں
کے ذمے ہے کہ یہ مسجد دار طبی کے وجہ پر ملائے سلف کا
ایسا ہی الفاق ہے کہ اس سے احتراون کو خیر جائز قرار دیا جائے
یہاں ایک فصل حل گفتگو کا محل تھا، لیکن جس عرضی اور
غیرین مذکور ہم کا مظاہرہ آپ اور آپ کے سخن اعلیٰ اور
نے ہماری اور مولانا مودودی کی متعلقہ معروضات کے مسئلہ
میں کیا ہے اس کے بعد کوئی حصہ اس دردسری کاظمین
آتا۔ خدا جانے تفریح اور سخر کے کس طور میں آپ حضرات
نے یہ تحریر مطابق فسر ماشیں کہ اس طرح کی کچی باتیں کرنے
کی نوبت آئی جیسی اجنبائی ثابت قرطاس کی ہیں۔

۱۔ اس نمبر کے تحت ۲ کچھ آپ کے رقم کیا ہے اس سے
اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی بیانیہ دوست بڑے ہی سعادت مند
و اونچ ہوئے ہیں۔ رادھر مولانا مودودی کی زبان سے یہ کہشت
دار طبی کے واجب نہ ہونے کی بات تکلی اور ادھر وہ جسم کی
دکان پر پہنچ کر اپنی لمبی دار طبیاں شخصی کرائے۔ خوازہ زانیزرا کیا
پھر تو یہیں ہے کہ مولانا مودودی بر سہارہ سے ایک سچے
مسلمان کی زندگی کا چڑاکہ اور فرکر کمل کا چونقدش پیش کرتے
چلے آرہے ہیں اس سے بھی ان سعادت مندوں نے کامل طور پر
اپنالیا ہو گا۔ پہ عبادت و اخلاق، تہذیب و تقدیر، مہارت
اور کاروبار، مشاغل و مہولات تمام ہی شعبوں میں مولانا مودودی
کے واضح فرمودہ میکار اسلام کا زندہ پیکر بن لئے ہوئے
اگر ایسا ہے تو اس خدائی لائز اہل کی قسم جس تک قبضے میں ہماہی
جاشیں ہیں وہ اپنی شخصی دار طبیوں کے باوجود ان کی مسخرت
دار طبی والوں سے بہترین جھوٹوں نے خدا کی کامل اطاعت کے
عومن زندگی کے لئے ہی دائرہ میں اخراج و مسرکشی کا راست
اختیار کیا۔ جن کاظمہ باطنیں بکار ہیں اور جو دین و ملت کے

یہ عروض نہیں تو اس صورت میں تھیں کہ جس نتوے کی
اندیخت آئی اور آپ کے دوست مولانا مودودی اور عمار
عثمانی کی طرف کر رہے ہیں وہ واقعہ شخصی دار طبی کا جواز
پیدا کرنے والا ہر یا تین امر واقعہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ
یہ تشبیت ہی غلط بلکہ افتر آمیز ہے مولانا مودودی نے دار طبی
کی مقدار کے مسئلہ بر جو کچھ لکھا ہے وہ سوال و مسائل
میں موجود ہے۔ مسئلہ میزبانی ہے اس آپ کے دوستوں نے اسے
پڑھا ہیں یا پڑھا تو ہر سخیدگی اور بربادی کو بالائے طاف
رکھ کر فقط اعراض شخصیک اور تفریح کے مود میں پڑھا۔ یہ
بات نہ ہوتی تو شخصی دار طبیوں کی ترغیب اس میں انہیں
ہرگز نظر نہ آئی۔ آپ کی بیانیہ دوستوں سے تو بھی الفاقات
کی امید نہیں خود آپ کے ضرور لگا ارش کروں گا کہ دل و دماغ
کو جا بچانے خیالات سے صفحہ ۸۹۷ تک بغور ملاحظہ نہ رہا۔ اس
میں آپ کو سرف یہ طے کر مولانا مودودی طاہر کے مقابلے
میں باطن پر زیادہ زور دینے کی ترغیب میں ہے ہیں اور

ہر جی گھانش میں فرق دشوار ہو جائے اسی برائے
بین، دارالحیاں یقیناً نایاب نہیں۔“

فرماجیہ کی بھی شخصی دارالحیوں کے جواز کافوئی ہے
یا ان کے خیرمشروع ہونے کا۔ اصولاً بھی ہم نے زور دیا ہے کہ
دارالحی کامیلان بپر حال اعتماد اور اضافے کی طرف ہونا
شرہ اضدادی ہے۔ اس سے شخصی اور فرق تجھٹ دارالحیا
بدارہ سر جواز کے دائرے سے خارج ہو گئیں۔ آپ جانتے
ہی ہیں کہ تو میں چالیس کا نام قلت ہے ساختہ کا لشکر۔
دارالحی کا طبعی اوسط جو چھڑے ہے اگر اس کے نصف سے کم
دارالحی ایسی توانا بھاجائے گا کہ رحمان منڈوانے
کی طرف ہے اور اگر نصف سے زائد ہے تو میلان اعفار اور
اعفاء کی طرف ہو گا۔ یہ مشتمل ہے تو درست کم دارالحی بھی
دارالحی کے طبعی اوسط طول و عرض سے آدھی نہیں رہ جاتی
بلکہ زائد ہی ہوئی ہے کہداں میں میلان اعتماد کی طرف
پایا جائے۔ اس شخصی دارالحیا طبعی مقادیر کے نصف سے کم ہوئی
ہوئے اور یقیناً اس حد تک کھڑا۔ پیش میں دارالحی
پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ دونوں رضاووں کی طرف تو
لے رہے ہیں اسی وجہ سے اور قدر انتہی پانچ دفعہ ہے۔ پھر بھی
آپ کے دوسرے، اگر یہ فرمائے گیں پس شخصی دارالحیوں کے جواز
میں ہوا ناموداری اور دیکھنا کافی مل گیا تو اسی سی محبوس
پن کے سوائیں اکیں گے۔ یہ تو ایسا ہی ہے اجسے اک شخص کیز
سے اور کا تکمیل ہے اور جب اسے کھانا حاصل کر جھانی ہے یہ
حکمت نہیں۔ اسی قدرہ سیہستان کو کہے کہ وہ یکیوں ٹھیک
نہیں ہم تو علماء کے قدرے کے طالب علم کر سکتے ہیں۔ آپ
سیہستان پر کم و چھیس کو جھانی کو ناخوی؟ ذرا جیسی بھی تو اسکی
زیارت کر اور وہ تکمیل ہے کہ اٹھالا کیسے اور ورنگ کھوں
کم و کھلائے کہ دیکھی پا جائے۔ کامیوں سے اور مکھنخوبی
فسار اور یا گھانی ہے!

فرماجیہ اس وقت آپ کے دل پر کا گذرسے گی۔
فتویٰ ترجمہ شکر رکھنے کا اور حکم برا گیا اسے رہر کی طرح

اختلاف اخیں کی مشتمل دارالحی کے داحب ہونے سے
ہے نہ کہ وہ دارالحیا چھوٹی کرائیں کہ دھایت فرمائی ہے
یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک عالم یوں کہے کہ تو کے بعد تو
رکعت پڑھنا اجنبی نہیں ہے۔ تو کیا الحقویان متعصبوں
کے سوا اس کا مطلب کوئی بھی شخص پر لے گا کہ یہ عالم
نیز کو فال کا سبق دے رہا ہے اور یہ اس آدمی کو اپ
ہو چکر کہہ سکیں گے جو بطریقہ تو کے بعد جو دو کھت پڑھتا
رہا ہو لیکن اس قول کے بعد ہی خوش ہو گر کا راقم۔ ٹھہ
کہ اب ہمیں عالموں کا فتویٰ مل گیا ہے اہذا یہ تو رکعت
ہم چھوڑتے ہیں۔

خود ہمارے تعلقہ تھمرے کے ساختہ آپ احمد آپ کے
دوستوں کی فہم و دیانت نے یہ بنا دی گیا ہے وہ بھی تھیں
آپ کی باقیوں نے مجھم ہوتے ہے کہ ہم نے جو دارالحی کے
مشعل پر مولانا میر دوری اور مولانا عروج خاوردی کی آراء
پڑھوں کے تجھیں تھے وہی کہہ ساختہ اسی شخصی اور برائے
نام دارالحیوں کی بہت افزائی کی ہے حالانکہ معاشرہ یہ
اس کے برھکس ہے۔ ایک بار پڑھوں کا تجھیں اٹھا کر دیکھ
تباہ ہماسے تھمرے میں شخصی دارالحیوں سے جو اذکی بجا سے
وہ صافت اور تنکرار کے ساختہ ان کے خیرمشروع اور انواع
ہونے کا اعلان کیا گیا۔
مشعل صفحہ ۲۹ (تجھی جوں ۱۹۶۸ء) پر دو ہمیشہ الفاظ
ہیں:-

”معقول بات یہ ہے کہ دارالحیوں کو کھٹی بھیزی
جانے اور اتنا کام بھرنا جائے کہ وہ دارالحی کی بھی
ایڈیشن بن جائیں۔“

۲۹ ص:-

”دارالحی کا اٹھاؤ مثلاً مندرجہ اسے کی طرف ہو گا
چاہیئے اس شکر مثلاً اس کا نام کافی ہے۔“

”گناہ کی سرحدوں سے خروج ہوئی ہے اس
دارالحی میں اور کسی پارک کی شیئی سے بھوار کی

(۲) داڑھی کا اطلاق صرف ان داڑھیوں پر ہو سکتا ہے جن کا میلان اداخاء و اعفار نہیں داڑھی پڑھانے کی طرف ہو۔ میلان سے مراد یہ ہے کہ داڑھی کو بطیعی مقدار کا جاؤ سطح پر داڑھیاں اس کے لحاظ سے کچھ امید ہیں کم نہیں۔ کم ہیں لگی تو میلان مونڈتے اور کائٹے کی طرف بھا جائے کا اور ان پر اسی طرح ترک واجب کا اطلاق ہو گا جیسے منڈی ہوئی داڑھی کی (۳) عرف عام میں جھیں جھیں یا فریخ کٹ کیا جاتا ہے وہ داڑھی کے اطلاق شرعی سے خارج ہیں ان کا اختیار کرنے والا یعنی والوں کی صفت میں ہے۔

(۴) گھٹکو صرف اس پر ہے کہ ایک شخص کی داڑھی یک مشت کے قدر کم ہوں گے وہ اسی نہ ہو کہ میلان منڈ وانے کی طرف پہنچیا ہو تو ہمارے ناقص حال میں یہ شخص واجب کا مارک اور فاسق کہلانے کا مستوجب ہیں ہے بعض علماء سنت ہیں کافی دلائی واجب کو ترک کیا۔ اپنی اپنی رائے ہے۔ ہماری داشتیں یک مشت کی مقدار ایک تھینہ اور اندازہ ہے جسے ہمارے اختیار ہے کالائی میں اس کے معقول و محدود ہونے میں کام ہے لیکن اس پر حجوب کا حکم اکا دشوار ہے کیونکہ واجب ایک تھانی اصطلاح ہے اور اس اصطلاح کا لفظ کا لفظ اطلاق جتنے مقصود اور قطی دلالی چاہتا ہے وہ غالباً موجود نہیں ہیں۔

(۵) اضحو کرنے سے پرہیز کا مشروطہ ہمارا اختیار گردہ ہیں بلکہ فهمت سلف کا وضیع نہ مودہ ہے اور اس وضیع میں ہموجہ کی حیثیت ہیں رکھتے بلکہ اس کی جڑیں حدیث رسول ہیں ہیں۔ جو حیز و خواص و خوبی ہو اس نے درست برداری تو جائز ہی ہیں ہے چاہے دنیا بھرا سے مفہوم خیز قرار دے لیکن غیر ضروری امور میں لوگوں کے طعن و مسخر سے بچنے کا جذبہ نہ ہم فیں ہے۔ حدیث میں وارد شدہ حکم اعفار داڑھی پڑھانے کے حکم کا مشاء اگر وہ پرناکر داڑھی کا کب بلیں ہیں مت کا ہو تو کوئی بھی پڑھانے کی وجہ سے جرأت نہ کر سکتا اس کو داڑھی کو اس درست طرحاً کو مفہوم خیز لگانے لگے۔

اعفار کے حکم کا مشاء فقط یہ ہے کہ داڑھی کو داڑھی کی طرح رکھو۔ حسن نام کی داڑھی کا فی آئین ہاں یک مشت کی مقدار

ھٹھیوں سے بھی اُدبری۔ اگر واقعی اس شخص کے حسن فہم پر آپ بختا جائیں گے تو آخر اپنے دستوں کی اس حرکت پر کوئی درجنہ نہ کر عالم عثمانی تو صرف اس پر زور دے رہا ہے کہ داڑھی کا یک مشت ہونا واجب نہیں ہے یہ کہ مشت سے قدیمے کم بھی پڑھاتے تو ترک واجب کا فتنہ میں نہیں بنا چاہئے بلیکن آپ کے درست خوشی سے پھرے ہیں مابالیے ہیں کہ مشت کے جواز کے لئے "علمیوں" کا فتنہ یہ تھا جو اگر اس کا اطلاق شخصی کو خلاف تشرع فرادری نہیں کے معاملہ میں ہمارا جن والاتجھرہ ذرا بھی ہم نہیں ہے۔

خدا معاف کرے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کے درستوں کے کام ستر سویں مغرب زدہ والا ذہن پر درشی پار ہے مغرب زدہ کا ہمی خال ہے کہ حضرت عائشہؓؓ فیض اکبر افغان بھیلی ہیں ذیب کا رنگ اس پر تحریک سازی کا جواز نکالیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ بھی یحییوں کو دوف بجا لگیتے سن لیا ہے تو یہ حضرات اس کے بطن سے گانے بجانے کی تمام ترقی یا فتح صفات کی اباحت برآمد کیں گے۔ اگر قرآن اول میں سورتیں مجھہ کھوں کر ضرورتہ راستوں میں ہیں ہیں تو اسے بیان دنا کریں کیونکہ فرماؤں عصر حاضر کی نام عرب ایشور و دیوان افریقیوں پر جواز کی جو رکائیں گے۔

اپنے درستوں سے کہیں اخہن جسی بھی داڑھیاں رکھنی ہوں رکھیں مونڈنی ہوں مونڈنیں مگر خواہ بخواہ مولانا مودودی یا عالم عثمانی کی آڑ کیوں لیتے ہیں۔ ابھی یہ تہہ ساتوں سے مشکرے ہیں کامظاہرہ تو ضرور پہنچتا ہے بلیکن خدا اکبر حکما نہیں دیا جا سکتا۔

مزید بحث و نظر کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے ہم ایک بار لپٹے عقیدہ و مسلمک کو غیر معمول افاظ میں دہراتے دیتے ہیں تاکہ جسمے ہمالے موقدت کے بالے میں واقعہ اعلان ہی ہوئی ہو وہ اس کی اصلاح کر لے۔

(۱) ہمایے نزدیک داڑھی رکھنا شرعاً واجب ہے اور اس کا تارک شرعی اصطلاح میں فاسق ہے۔

فقہاء کا اجتہادی ترجیح ہے جو بہترین ضرور ہے لیکن واجب کہنا
میں نہ شکل ہے۔ واللہ عالم بالصواب۔

یہ ہے داڑھی کے سلسلہ میں ہمارا موقف۔ اسے جو لوگ
غلظی جان کریں وہ پرشوق اس کے خلاف رائے دیکھیں لیکن
اس کی آٹھے کراپی ختنی داڑھیوں کو ہمارے سرڈا نام
ظریفی ہے عقولیت نہیں۔

ذو ط:- آپ کا سوال ۱۷ اور ۱۸ جو انگریزی بالوں
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صفتیوں سے متعلق ہے جبار
کے اعتبار سے الجھا ہوا اور خامش شکستہ لکھا ہوا ہے۔ اگر وہ لوگ
کا جواب مطلوب ہی ہوتا تو دوبارہ سنبھال کر لمحہ کی زحمت
فرائی جائے۔ یہ مشورہ ضرور ملحوظ ہے کہ مولا نامہ و دعیٰ یا
کسی بھی شخص کے کسی مسئلہ پر اے یہ اگر آپ کو اعراض ہوتے
ہی سنانی ہاتھ پر کچھ پہنچے اغراض کرنے کے عوض پہلا س
شخص کی متعلقہ تصریحات کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کریں
آپ کا پوچھا سوال مجذل ہے۔

تمبکو نوشی

سوال ۱۹:- (ایضاً)

سنگیا ہے کہ سگریٹ و بیٹری وغیرہ کے تمبا کو میں فیون
چکا تھا وغیرہ کا پانی، مارا ہوا پارہ وغیرہ ملایا جاتا ہے۔ اگر یہ
 صحیح ہے تو ازوٹے حدیث کہ:-

”جس کی زیادہ مقدار لشکر لائے اس کی کم سے

کم مقدار بھی حرام ہے۔“

تمبکو نوشی کی شرعی جیہت کیا رہ جاتی ہے؟

الجواب:-

آپے سناؤ پڑھا ہو گا کہ احتفاظ تقلید پر نور دیتے
ہیں اور برآہ راستہ قرآن و حدیث سے اجتہاد و استنباط کا
حق معیاری صراحتیں رکھنے والوں کے سو اسی کے لئے تسلیم
ہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہی تو ہے کہ جب تک اونچے درج کی
صراحتیں نہ ہوں آدمی اجتہاد اور تکمیل بندی میں نظر

نہیں کر سکتا۔
آنحضرت ایک پڑھنے لکھا آدمی ہیں۔ اپنی تصریح کے
مطابق اپنی بھی کافی دنوں سے مطالعہ فراہم ہے ہیں۔ اس کے
باوجود آپے ایک حدیث سے ایسا نیچو اخذ کیا جو کسی بھی
معترض تھی کی راستے سے جوڑ نہیں کھانا۔ آپے کو صاف نہیں
کہا ہے کہ سگریٹ بیٹری وغیرہ شرعاً حرام ہونے چاہتیں میں
سوال کا انداز بھی کہ رہا ہے کہ تندرستہ کہ حدیث سے آپ کی
قوت اجتہاد سکریٹ بیٹری وغیرہ کی حرمت ہی اخذ کری ہی
ہے۔ یہ غلط خیال ہے۔ سگریٹ بیٹری، حقدار پانی کھانے
جانشہ سے تمبا کو حرام نہیں ہیں۔

ٹکچر اور اقیون وغیرہ بلاشبہ مشیات میں ہیں اور حرام
ہیں کیونکہ ان کی زائد مقدار لشکر پیدا کرنی ہے، لیکن سوال ٹکچر
اور اقیون کے حلal نہ حرام کا تو درمیش نہیں ہے سوال درمیش
ہے سگریٹ بیٹری وغیرہ کا۔ کیا سگریٹ بیٹری کی بھی زائد
مقدار لشکر پیدا کرنی ہے؟۔ اگر نہیں کرنی اور لفڑا نہیں
کرنی تو فقط اس لئے انہیں حرام نہیں قرار دیا جائے کا لائق
ساخت ہی کی نہ۔ اور چیز کے کچھ جزا شامل ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ زمین سے اُنی ہر چیز جو بھی
شے گھیوں سے لیکر نسبت اور سنتے تک ہم کھاتے
ہیں اس میں کھاد کے بعض کیمیاوی اجزا ضرور تخلیل ہوتے
ہیں۔ کھاد غلط ہے کیا کامام ہو ہے۔ غلط بجاۓ خود
حرام ہے لیکن وہ سائے بھل اور اچناس خلال میں جو کے
نشود نہیں غلط کے طبعی عناصر نے خوب خوب کافر مانی
کی ہے۔

دوسری مثال یا رکھری کی ہے آپے دیکھ کر میں
نے دریا میں بول دیا کہ دیا، لیکن شرعاً جیہت کہتی ہے کہ دریا
کا پانی جوں کا توں پا کئے اور آپ اسے سہ شوق ہی سکتے
ہیں۔ اس سے وضو اور عسل جنمانت بھی کر سکتے ہیں۔ یعنی
یہ طاہر بھی ہے اور سطہ بھی۔ کیوں؟۔ اس لئے کہ
اجڑائے غلط کی جو طبعی ترکیب سبب حرمت بھی وہ
تخلیل ہونے کے کیمیادی عمل سے نہ کنم پڑھنی اب غلط کا عدم

شیخ نویں عثمانی کے مطبوعہ اور
کیم سلمان ہیں؟ غیر طبیعہ شدید رائون کا تجویز۔
سوز و گداز، والہیت، اخلاص، درد اور دل کشی کا تجویز۔
فہرست مجلد سو اور وہ پے

تفسیر سورۃ تولہ اثر: مولانا سید ابوالعلی مودودی
تفسیر سورۃ تولہ میرت و اخلاق کو سنوارنے والی

آسمانی بڑایات پر مشتمل سیو عجیب فوائد کی بہترین تفسیر، بیخ،
تفہیم اور حفظت از۔ مجلد چار روپے۔

جناب غلام رسول ہر کی چار کتابیں

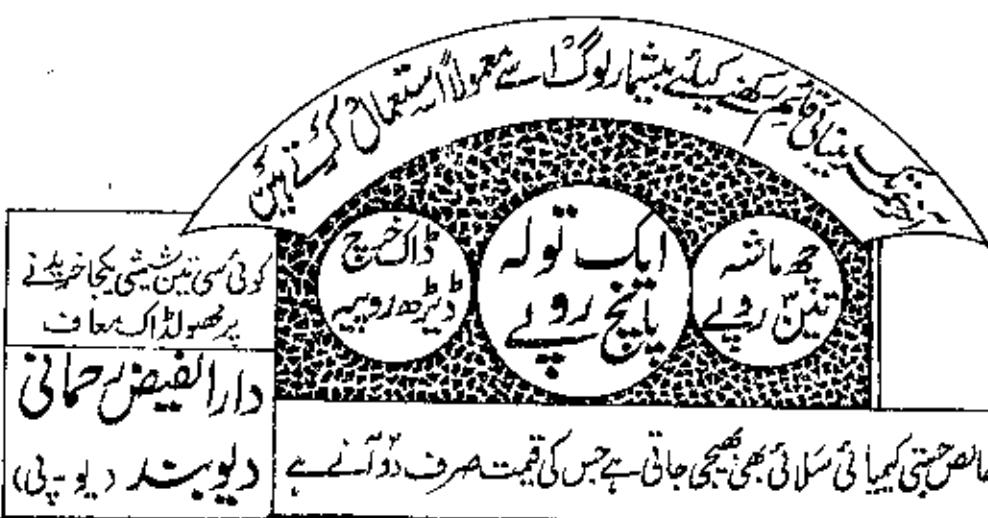
- مطالب بانگ درا ساطھ سات روپے
- مطالب بال حشرل چھ روپے
- مطالب ضرب نکیم ساطھ چار روپے
- برکات آزاد ساطھ چھ روپے
- مکتبہ تجھی۔ دیوبند (دیوبندی)

سمجھی جائے گی۔
اصلی کچھ روز ہوتے شور اٹھا تھا کہ بلد سی کورنگین ننانے
میں گورنر سے کام لیا جاتا ہے۔ اس پر علی ہم نے بھی پرسہ فلم
کیا تھا کہ کوئی مضاائقہ نہیں ٹوکرہ المطیح و انطیاخ اور تجزیہ
تخلیل کے اثر سے اپنی حقیقت کھو چکا ہو تو حرمت بھی محنت
سمجھتے۔

خورد و نوش کے مرد جنم کا نجے اور افون یا کسی بھی
نش اور چیز کی آہنیت سے تیاس کے جانتے ہوں لیکن یہ بھائے
خود کسی بھی مقدار میں وہ نش بیدا ہیں کرتے جو مشریعت میں
دار اور حرمت سے پھر انھیں حرمت کس دلیل سے کہا جاسکتا ہے۔
اجھی طرف سمجھ لیجئے کہ حلال و حرام اور فرض و واجب وغیرہ اسلام
کی ایسی مصطلائیں ہیں۔ ان کے عین میں ٹری احتیاط درکار
ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک چیز تقویٰ یا نقاہت اور شان
کے خلاف نظر آتے مگر اس پر "حرام" کا حکم لکھنا مجبو شہادت
چاہتے ہے۔

- مرضی آنکھوں کے لئے پیغام شفا
- صحتنا آنکھوں کے لئے بنیائی کامی فاظ

درستھ سہی مکھی



تاریخ پر کے ممتنع خواہ

تاریخ فیروز شاہی اور اس کے پرشکوہ عہد کا مفصل
تذکرہ سو آنٹھر دیپے

قاضی خاں نظام الملک کی شاندار تاریخ

مقیدی دور حکومت حصہ اول بارے جیاں گیر کر۔

ابو دینے کوڑہ دیپے

حصہ دوئم دو رشا جہنمی

سو آنٹھر دیپے

حصہ سوم حصہ

چیارد دیپے

تاریخ غزناطر مکمل تذکرہ ہمارے تابناک اعلیٰ کا یہ

ہاب۔ مکمل دو حصے۔

اسلامی تاریخ کا بڑا قبیلی ملک جو اپنے نولف

فتح البلدان کے نام پر تاریخ بلاذری کے نام

شیخ ہے۔ ترجمہ، قیمت مکمل بیست وہ دیپے

جہلارڈ ماؤنٹ بین دیپے مگر عہرت امیر و افغان

کاغذیانہ۔

مودودی اسلام اکرشا عجیب تباری کی شہرور

تاریخ اسلام تاریخ یونانیں اور جاہیت میں اپنی مشاہ

چھٹیں کردیے آپ ہے مکمل تین حصے

ابن بطوطة کی ۲۵ سال سراجحت دی

نہایت، دلچسپ، دلماوا آفریں سفرنامہ ابن بطوطة دیوان، یورڈا اور ایمیریت کی طالب۔

سینڈرہ دیپے

آئاز عالمگیری اور نگ زیری مالکیہ سکھیوں سالارشناوار
روز بخوبت اور زرم درزم کی حیثیت دیکھوں فی
ماں سعیتیکے داعی مصاحب خدا سائی مسند خالد کے لئے کھسکے۔

بادڑے بارہ آنے

شام بھاں کے یام اسیری سفل شہنشاہیت کے
ایک نازک دوسری عہرت آموز
اور عہد اور نگ زیری
روز واد، فراسی سیلے کے
علم سے جو اس ددر کا ناشائی تھا۔

بادڑے بارہ دیپے

آمیڈیہ حقیقت نہیں ہندوستان کے تعلق سے علم ناٹھیں
مسترد ممالک۔ تحریر فیضزادہ
سبق آموز۔

بادڑے بارہ دیپے

امام ابوحنیفہ کی سیاسی نازگی امام علیم کے سیاسی
سرگزیوں کی میصراء نصیر رکش۔

بادڑے بارہ دیپے

البرامکہ دنیاۓ اسلام کے تامورہ ذرا خالدیہ کا دھرمی برلنی
اویحیفہ برلنی کے عصریت و زوال کی کھلائیز
مجہانی۔

بادڑے بارہ دیپے

صحابیات ازوائی مطہرات اور پیغمبر حبیبیات کے
ایمان، فروخت حالات دیکھنے۔ چھڑیے

بادڑے بارہ دیپے

سفیدۃ الاولیاء شہزادہ دارا شکوہ کا رقم کردہ مشاہیہ
اویم کا تذکرہ۔ پونہمات چیزیں۔

بادڑے سات روپیہ

ابویکرہ اور عمر فاروق ڈاکٹر طہ حسین کے قلم سے ان دو عظیم
صحابیوں کا مفصل تذکرہ جس کا ہمس
امرت ہیں کوئی نہیں۔

بادڑے سات روپیہ

عثمانی یہ بھی ڈاکٹر طہ حسین ہی کی تاریخ ہے۔ ایسا یہ تاریخ
کے ایک ہی ناک خوبیں، اتفاقیہ ای داستان
بادڑے بارہ دیپے

بادڑے بارہ دیپے

سکرہ شاہ مل اللہ مولانا ناظر احسن گلابی کے قلم سے شاہ
ولی اللہ الہمی کا شاندار تذکرہ سانچھے چالپی

بادڑے بارہ دیپے

مکتبہ مجلی دیوبند

الوسائل شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی مشہور کتاب، جس میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ قرآن میں وَأَبْشِّعُ الْبَرَّ الْوَسِيلَةُ کہہ کر امدادے جس

و سیل کی طرف توجہ لائی ہے وہ آخر گیلے ہے ۲ مجلد روپی۔

اصح السیر اسرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

قیچی اور پیش بنا۔ سیرت کی کتابوں میں اس کتاب کو اپنا جواب آپ مانگیلے ہے۔ قیمت مجلد دو روپی۔

سوانح خواجہ معین الدین پیغمبر حبیب العادین

معین الدین پیغمبر کی اثر انگیز سوانح حیات۔ جواہیر کی خاک میں استراحت فرمائی ہے۔ ساطھ چار روپی۔ ۱/۵۰

الفوتان شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے ایک حزونہ اسلام کا انسو تو ترجمہ۔ جس میں کلامت و

تزویر کی علامات اور ولایت کی حقیقت پر لاجواب گفتگو کی کئی ہے۔ مجلد مع جمع یک روپی۔ چار روپی۔

فارابی معلم ثانی عکیم ابو الفضل فارابی کے علم و فضل امنیت کے مفصل و مکمل حالات۔ پونے دو روپی۔

اشراف الحجات امور اتنا اشرف علی تھا توڑی کی طرف سوالوں کے اہم جواب

مکمل دو حصے۔ ساطھ چار روپی۔ ۱/۵۰

حیات الورود اخراج مخدوش مولانا افون شاہ صاحب

کا نقشہ جیل۔ قیمت چار روپی۔ ۱/۵۰

آیینہ نماز اسلام کی تفصیل مع مسائل ضروریہ۔

قیمت ڈیڑھ روپی۔ ۱/۵۰

حکیم الامات کی مجلسیں مولانا اشرف علی کی

بڑی کیف تذکرہ۔ قیمت دو روپی۔ ۱/۵۰

ترجمہ للعلماء صدیق اولنیہ سلسلہ کی سیرت مبارکہ بر فاطمیہ سلمان منصور یورپی کی شہرہ آفاق کتاب کا محض تعارف یہ ہے کہ اہل علم اسے علمی اعتبار سے مندن۔ ملتے ہیں اور اداہ بیان دل کش رجاو اور در و بست کے لحاظ سے یہ ایسا جواب آپ ہے۔ سوڑا گلدار میں ڈوبایا سلوک تھرا اور تکھرا ہوا افکر۔ عمارتیں روان، شلگفتہ اور دل شیش۔ عادت سے یعنی کتاب نایاب بھی اب خاص اہتمام کے ماہیت میں جلد دوں میں شائع کی گئی ہے۔ قیمت مکمل غیر جلدی میں روپی۔ ۲/۵۰
(مجلد تین جلدیوں میں پچھلیں روپیے)

محمد رسول اللہ مشہور صدری صنف توفیق الحکیم کی کتاب کا عمدہ اور دو ترجمہ، مکالمہ کے انداز میں لکھی ہوئی حضور کی سیرت مقدسہ بحدیحہ اور پڑکیف۔ قیمت پانچ روپی۔ ۱/۵۰

ابو مکبر صہاریق ترجمہ۔ شیخ محمد احمدیانی پیغمبر ایضاً مصنفہ۔ محمد حسین بیکل صدری۔

عمرقا و عظیز مصنفہ۔ محمد حسین بیکل صدری۔

امام غزالی کی سی سے آنحضری تہذیب العایدین (داردو) تصنیف جو آپ کی یورپی ندی کی تعلیمات کا خلاصہ اور تصوف کا نیوٹرے۔ مجلد اٹھ روپی۔

باندیلوں کا مسئلہ رالدار الشمین جہادیں ہاتھ آئی اور باندی بنا کر گھنکی دینی اور علمی جیہیت کتاب میں صنف کا ایک خط اور بولنا اب الکلام آزاد کا جواب بھی شامل ہے۔ ڈیڑھ روپیہ۔

خلاصہ اشرف السوانح مولانا اشرف علی کے حالات و سوانح دو روپی۔ ۱/۵۰

خصائص مسلمین شاہ عبدالعزیز حیدری دہلوی کے پیغام شاہ محمد احسان کی مشہور کتاب مسائل اربعین کا ارد و ترجمہ۔ چالیس مرد جبید عتوں کا رد مستذکر کتب فقرے جا لوں سے مجلد دو روپی۔ ۱/۵۰

(عبداللطیف الاعظمی (ایڈیٹر جامعہ زبانی)

پراویڈنٹ فنڈ کی نویجت کی مزید وضاحت

فنڈ کی بنیاد پر قرض ہیں دیباگر حاصلہ ملیر اسلامیہ میں جس کے
حبابات کی تفہیم سرکاری آڈیٹر کرتے ہیں اور جس کی حکومت ہند
بے پوچھنے خلک کے بقدر ارادت ملی ہے۔ اُن تمام صورتوں
میں ایک ملازم اپنے حصے کے پوچھنے فنڈ کے مصادی قرض
لے سکتا ہے۔ ہم اسی میں مشاہدیں بھی ہیں کہ بعض لاکنوں
نے دوسروں کے فنڈ کی غیاد پر قرض لئے ہیں۔ اگرچہ یہیں
قرض کے نام پر ملی ہیں، مگر اسی کو ملی ہیں جس کا پراویڈنٹ
فنڈ پر اور کارکن کی جس قدر رقم ہوا سی اسے قرض ملتا
ہے۔ اس لئے غالباً یہ کہنا نامناسب اور غلط ہیں ہو گا کہ
ایک طریقہ سے پراویڈنٹ فنڈ ہی ایک ملزم دستیکاری
مل جاتا ہے۔ نیز اس بنیاد پر اگر کوئی شخص پر اسے قائم کرے
کہ دراں ملازمت ہیں پراویڈنٹ فنڈ پر تصرف کا حق حاصل
ہے تو یہ بات کو غلط نہیں ہو گی۔

چشتی صادر ہے کہ جگہ سود کا بھی ذکر کیا ہے کہ جس فنڈ
کو قرض ملا ہے تو اس کو سود بھی ادا کرنا پڑتا ہے معلوم ہیں
اس ذکر سے وہ یہ تجوہ نکالتے ہیں۔ بہرح صاف بات ہے
اگر فنڈ کی رقم پر صاحب فنڈ کو سود ملتا ہے تو کوئی وجہ ہیں
کہ وہ فنڈ کی بنیاد پر جب قرض سے تو اس پر سود ادا کرے
ورزا اس کے معنی یہ ہیں گے کہ لازمیں اپنی رقم پر تو معمول
کریں اور جب اسی رقم کی بنیاد پر ادارہ یا محلہ اس کو قرض
دے یا بالاتفاق اگر ان کی جمع شدہ رقم میں سے جس پر قاعدہ
کے طبق سود ادا کیا جاتا ہے۔ کچھ یا انکی رقم ایک معینہ مدت
کے لئے والیں کرے تو اس پر سود دھوائی نہ کرے۔ لطف کی

سمبر ۱۹۴۷ کے "تجھی" میں پراویڈنٹ فنڈ کی نویجت
اور تفصیلات کے متعلق جاتب محمد حسین چشتی صاحب کی مضمون
نظر سے گذرتا۔ اس سے قبل ہولانا مسیدا حامد قادری صاحب
مدیر نہدگی اور ہولانا حامد عثمانی صاحب مدیر "تجھی" کی
بمحضیں بھی پڑھ چکا ہوں۔ دونوں مدیروں میں جو اختلاف
ہے اس کے باشے میں بھی پھر عرض کرنا ہیں ہے۔
چنانکہ اس مسئلہ کا مذہبی پہلو ہے میرے خیال پر اسکے
تمام پہلوؤں پر پریوری وضاحت کے ساتھ بحث و فتنگ
ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود چشتی صاحب کی رضوی کی ایسا
اس لئے ضروری سمجھی جی کہ بقول مدیر "تجھی" یہ مرضیع کیان
و اتعالیٰ گوشوں پر روشنی دالتا ہے جو تحریک اور خصوصی
و اتفاقیت ہی سے جانتے جا سکتے ہیں۔ خود فنڈ مضمون کل
کا بھی دعویٰ یہی ہے کہ اکھیوں نے جو تفصیلات بیش کی ہیں
وہ "حقائق" ہیں۔ مکن ہے کہ کسی مخصوص جاگہ کیلئے حقائق
ہوں۔ مگر ہر جگہ کیجاں قاعدے خدا طبق نہیں ہیں۔ یہ بات
ضرور ہر جگہ کیاں ہے کہ پراویڈنٹ جس میں ادارہ یا محلہ
کا حصہ بھی شامل ہو دراں ملازمت میں نہیں ملتا، مگر
اسی طرح ہر جگہ یہ قاعدہ بھی محتوظ ہے بہت فرق کے ساتھ
ضرور ہے کہ مخصوص حالات میں کچھ تحریک کے ساتھ قرض
کی صورت میں فنڈ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ البته
"مخصوص حالات" قرض کے ساتھ ایسا اور قرض کی مقدار
کے متعلق مختلف جگہ مختلف قاعدے ہیں۔ مثلاً چشتی صاحب
نے کچھ ایسی صورتیں لکھی ہیں جن میں ان کی ریاست کا محلہ

۔ اسی طرح قادری صاحب نے بھی ۔۔۔ اس طرح کا کوئی جواب نہیں دیا ہے۔ لیکن الگ کمی جگہ فنڈ میں وضع کرنے کا ناتسا قاعدہ بنایا جائے اور وہاں کے ملازم اس کی خوبی سے تطور ہوں تو اس پر قیاس کر کے ایک عائدہ کیا جا سکتا ہے۔ اسیال سے جامعہ ملیٹری کا تجربہ میں یہاں پیش کرتا ہوں۔

جامعہ ملیٹری سلامیہ میں پر اور ٹینٹ فنڈ کا جبق عارف بنایا گیا تھا تو اس وقت کوئی خارجی دباؤ نہیں تھا۔ الگ جامعہ کے اس انتہا اور کارکن چاہتے کہ یہ قاعدہ نہ بنایا جائے تو کوئی ان کو محور کرنے والا نہیں تھا۔ اس وقت جامعہ میں تجوہیں بھی ہوتیں تھیں۔ اس میں ذرا سی کمی بھی کارکنوں کے لئے بڑی تکلیف کا باعث ہوتی تھی۔ مگر اس عسرت اور تنگی کی حالت میں پر اور ٹینٹ فنڈ کا مردج تھا اور اسی نافری کیا گی۔ ایک طویل عرصہ تک چرچ اسیوں کو اس قاعیے سے بچتی رکھا گیا مگر ان کے مطابق اور اصرار پر ان کی تجوہیں سے بھی وضع کیا جائے گا۔

چشتی صاحب نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "گورنمنٹ یا پرائیویٹ ادارے اپنے ملازموں کی بہبودی کے لئے یہ رقم پر جبر کا ملتے ہیں اسی لئے عام ملازمہ و فنڈ اس طرح پر فنڈ کو استہیں حکم سے کم ہے۔ ورنہ زیادہ سے زیادہ شرح پر بھی کھوایا جا سکتا ہے۔" تم سے کم شرح پر فنڈ کوٹنے کی تردید میں جامعہ کے ایک ادارے کی مثال پیش کرنا ہوں۔ اور ان اتنی طبیعت ابھی حال ہی میں قائم ہوا ہے اور مرکزی وزارت تعلیم کے ماخت ہے۔ منزوع شروع میں ایک عرصت کی جامعہ ملیٹری کے قابل کے مطابق اس ادارے کے اس انتہا اور کارکنوں کی تجوہیں سے بھی دس میں یہ بات آئی تو اس نے اس پر مجب و وزارت تعلیم کے علم میں یہ بات آئی تو اس نے اس پر احتراzen کیا اور اس کے بعد مرکزی حکومت کے قاعدے کے مطابق ایک بھروسہ فیصلی کے حساب سے فنڈ وضع ہونے لگا۔ اس پر اور انٹھی طبیعت کے اس انتہا اور کارکنوں نے مراجعتیں کیا اور خواہیں کی کہ جامعہ ملیٹری کے قابل کے مطابق انکی تجوہیں سے دس فی صدی فنڈ وضع کیا جائے۔ چشتی صاحب کی بیان

بات یہ ہے کہ چشتی صاحب اس کا اعزازات بھی کرتے ہیں کہ فنڈ کی بنیاد پر جو قرض لیا جاتا ہے اس کا سود بعد میں وہیں مل جاتا ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے:-

"اگر کوئی ملازم فنڈ میں سے قرضہ حاصل کرے تو اسے اس رقم پر سودا اکرنا پڑتا ہے جو قرض کے طور پر حاصل کر لیتا ہے رہہ دوسروی بات ہے کہ سود بعد میں اس کی فنڈ کی رقم میں جمع کیا جاتا ہے)۔"

چشتی صاحب نے تیر بحث مصروف ہیں لکھلے ہے کہ فنڈ کی رقم بہ جبر وصول کی جاتی ہے۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں "وہ جاندہ بھی کیا ہے جس کی سے بہ جبر وصول کی جاتے"۔ میر "زندگی نے لکھا حکاہ" یعنی اسی صدقی ملازمین اپنی تجوہیوں سے کتنے بخوبی کٹوائے ہیں۔ چشتی صاحب اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اگردا تعداد ہے کہ میں چالیس فی صد سے زائد ملازم نہیں ہوں گے جو اپنی مرضی سے یہ رقم تجمع کرائے ہوں گے۔ یہ کہنا کہ یعنی اسے فی صدی ملازم یہ رقم بخوبی کٹوائے ہیں سراسر مخالف ہے۔"

موصولے اس پر وہ شنی نہیں ڈالی کہ انہوں نے کہ کس سے یہ تا منصب حکوم کیا ہے اور جب کوئی بات بے ثبوت کے کہنی ہو تو اس چالیس کی کیا قید ہے۔ وہ یہ بھی کہہ سکتے ہوئے کہ دہ چار فیصدی سے زیادہ نہیں ہوں گے بلکہ زیادہ زور پیدا ہوتا گرہ لکھتے کہ ایک فیصدی ملازم بھی نہیں سلے کا جو اپنی مرضی سے فنڈ وضع کروتا ہو۔ بہ جاں چہاں سالہاں سال سے فنڈ وضع کیا جاتا ہے وہاں مرضی اور عدم مرضی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ سو اس کے کہ اس سلسلے میں الگ بھی اتفاق نہ موقوفت ہیں کوئی اچماج کیا جاتے تو اچماج کرنے والوں کی تعداد کے لحاظ سے ایک بات کہی جا سکتی ہے گلچشتی صاحب نے

سلہ زیرخط حصہ "فنڈ میں سے" قابل ہو رہے۔ اس سے میرے اس خیال کی حیات ہوتی ہے کہ قرض کی صورت میں فنڈ ایفڈ کی پچھے رقم ایکٹ معینہ کیلئے واپس کی جاتی ہے۔ (لطیف علی)

بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ عام طور پر ملازمین زیادہ سے زیادہ تجھ پر فضول وضع نہیں کوئا تھا۔ حالانکہ ان کو اس کی اجازت ہے۔ اس کی وجہ تجھی صاحب کو معلوم ہو گی مگر انہوں نے اپنے مضمون میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ شاید ایسا اس لئے کیا ہے کہ اس کو بیان کر دینے سے کم سے کم شرح واقعی بات غلط پوچھا جاتی۔ دا عقیدہ ہے کہ لوگ صرف اسی شرح پر فضول وضع کرنا اپنے کرنے ہیں، جس شرح پر حکومت یا ادارہ بھی فضول میں رقم تجھ کرے۔ مثلاً جامعہ میں قاعدہ ہے کہ دس قیصہ دی کارکن کی تجوہ سے رقم وضع کی جاتی ہے اور اس قدر جامعہ کی طرف سے رقم شامل کی جاتی ہے۔ اب اگر جو ہے میں یہ قاعدہ بھی پڑ کر اس کے کارکن دشمن قیصہ دی سے زیادہ رقم وضع کر رہا ہے مگر جامعہ اپنی طرف سے صرف دس قیصہ دی ہے اسی رقم شامل کرے کا توفیق ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا جو اس زائد شرح پر رقم وضع کر دے۔ یوں کہا گروہ پھر رقم لپیں ماند کہ ناچاہتا ہے تو بینکا درڈا کھانے کیا بُرے ہیں۔

رسٹے وہ ادا سے جو ہیں مسود کا لگ رہیں تو ان کی بحث پہلے پڑھی۔ ہم اسے اس لیفین میں ابھی تک کوئی مکروہی نہیں آتی کہ فضول پر زکوہ واحد نہیں ہے۔ وال اللہ اعلم بالصورات

الصحیح *کل شتر ماہ ایک انگریزی کتاب "روخ اور ماہی تجھ میں نئے سمرے سے مھاگت" پر تصریح شائع ہوا تھا اس سکپتے میں "نائش روڈ" غلط جھپٹ لیا ہے" لکھیں رہا ہے۔ دیسے یہ کتاب مکتبہ تھجی سے بھی مل سکتی ہے۔*

حیثیں مزید *مختصر احمد عباسی کا نقش نامی جو بہت سا منتشر ہوا تھا کے خود مذکور کئے ہیں کہ میں کرتا ہے۔ میں کہی اطہیان خشن تجھے تک پہنچ کے لئے یہ کتاب منکری تباہیں نہیں کرتا ہے۔ تجھت مجدد آٹھ روپے۔*

سچے رسول کی صحیح تعلیم	ظیورہ دہلوی پیر
خاصمان خدا کا خوف آتھت	ایک روپیہ
خاصمان خدا کی نماز	۷۵ پیسے
حضرت فاطمہ زہرا	۷۵ پیسے
حضرت بلاں شا	۶۰ پیسے
مسلم نماز	۵ پیسے
سلطان شوہر و بیوی	۷۵ پیسے
حضرت ابوالنصاری (میرزا رسول)	۷۵ پیسے
مکتبہ تھجی دیوبند روپی۔ پی.	

فضل مضمون نگارے آخرین محضراً لازمی بحث اسکم پر بھی بحث کی ہے۔ لازمی بحث ایکیم اسیں شہرہ نہیں کر فضول سے بالکل مختلف ہے اور اس کے باشے میں یہ کہا بھی صحیح ہے کہ یہ رقم لوگوں کی مرضی کے خلاف اور جبراً وصولی کی جا رہی ہے۔ اگر یہ رقم جبراً وصولی نہ کی جاتی تو اس کی شکل طریقی حد تک بینک کے سے ملتی ہے۔ بھی یاد رکھا ہے مسلمان امام عثمانی صاحب تجھی کے کسی شماں میں فضول یا اس کے متعلق فتحی لفظ نظر نہیں کیا ہے۔ اگر "جبراً" کی وجہ سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو تو میرے خیال میں لازمی بحث پر زکوہ کے وجوب یا عدم وجوب کا دوسری حکم ہوتا چاہیے جو فکس طبیعت یا اس کے متعلق ہے۔

تجھی *اصل تابوتی نکتہ ہی ہے کہ ایک ملازم جب اپنے فضول کی بیاد پر مسترض یا تباہی یا اس قرض پر مسود بھی ادا کرنا ہوتا ہے۔ بحث اس سے نہیں کہ یہ مسود ادا کرنا*

ہندستان کی بہبی اسلامی تحریک | از مولانا مسعود عالم
نذری - ڈھانی روپی

در وی کیا ہے؟ | انتاج و صوفیا مکے ایمان افسوس و
بلیخ و فسیں تو پھیج - سواد در وی پے۔ ۲/۲۵

محمد بن عبد الوہاب | ایک مظلوم اور بد نام مصلح کی ستد
کے قلم سے۔ قیمت پونے تین روپیے۔ ۲/۲۵

کرامات صحابیہ | از مولانا اشرف علی حسانوی -
قیمت ڈالر وہ روپیہ۔ ۱/۵۰

محاسن اسلام | اسلام کی خوبیوں پر مولانا اشرف علی
کی ایمان افراد تقریر - ڈھندر و پیر -
عبقات اس غسل شہادت کی مشورہ کتاب -

ترجمہ - از مولانا مناظر حسن گیلانی۔ سارا ٹھہ دس روپیے۔
زیدۃ manus کا | حج اور احکام حج پر مفصل و مدلل کتاب
[مصنفہ: استاد الاستاذہ مولانا
رشید احمد نگہبی] - ہدیہ مجلد آٹھ روپیے۔

فتح الغیب | انتاج عبدالقدار جیلانی - کے مقالات کا
اردو ترجمہ - ڈھانی روپیے۔ ۲/۵۰

فاران کا وجہ تبریز | ایک طویل صفحات کا پر نمبر
شہرت پاچ کامے اب پھر شائع کیا گیا ہے۔ بیعت و
ذوق کے ردا و رفت کے اثبات میں نے نظر جزیئے
جوئی کے علماء کے مضامین سے مریقی - سائیہ چار روپیے
(مجلد چھوڑ رہے) شائقین فرآطلب کریں ورنہ خسر
پہنچ کی طرح ختم ہو جائے گا اور فراشیں تے کار کریں
پیوس کی -

اسلام کیا ہے؟ | مجلد قیمت ڈھانی روپیے۔ ۲/۵۰

اخلاق محمدی | پانچ روپیے

بہشتی زیور مکمل مدلل | از مولانا اشرف علی کی اس بہی بہا
اور مقبول ترین کتاب مکان از سنا ہو گا۔ ہر سالان گھر کے لئے

ایک ٹھنڈی، عورتوں کا مشیر امردوں کے لئے مستقل رہنا۔
اس کا عمدہ اور حیات گھر ایڈیشن ہم سے طلب فرمائیے۔ دو

جلدوں میں مکمل یارہ روپیے۔ مجلد پندرہ روپیے۔ ۱۵/-

حقوق الاسلام | اپنے وقت کے ذریعہ دستِ حالم تااضی
شمار الدلایل پیش کی تھی، ترین تصییف

جس میں تباہی گلیا ہے کہ اسلام کی نویسے کس پر کس کا لکھا ہے
الرسول "صحابیہ، علماء، والدین، اقرباء، حاکم، شوہر بیوی
والد، پرنسی غرض ہر ایک کے حقوق کی تعصیل رسالہ سماع و حرام
بھی شامل کیا ہے۔ اور دو ترجیح عام نہیں۔ مجلد دو روپیے۔ ۲/-

بد عحت کیا ہے؟ | من ایک مشورہ مقبول کتاب غرض
ذوقی، تجیخ، جعلم، الاباسیت لئے جانج - مجلد تین روپیے۔

اسلام تواریخ سہیں بھولے | غرض مسلموں کی شہادتیں اور
اعترافات۔ ۵/- پیسے۔

غمروین العاصم | اس صحابی رسول، فاتح مصر، تواریخ کے
صفی اور بند پایہ مدبر کی داستانی جیات
جسے خود اللہ کے رسول نے "میر اسلام" کے خطاب سے فواز ایجاد
دیجیا اثر انگریز اور مسٹر۔ مجلد سیار دو روپیے۔ ۲/۵

صیحۃہ همام بن منبه | حضرت ابوہریرہ کا مرتب کیا ہوا
مکتبات بھری کے ذریعہ بھی شامل کتاب ہے۔ سارے ٹھہ تین روپیے

سچے رسول کی سچی تعلیم زندگی کے مختلف شعبوں سے
متعلق تعلیماتِ رسالت کا
ایمان افراد جو عرب۔ قیمت مجلد ڈھندر و پیر۔ ۱/۵۰

مقالات شیخ الحند | وحی کی حقیقت اور ایمان دیانت
کے باریکی ربط بر ایمان افراد جو علیم۔

مشہور مفسر قرآن مولانا محمود الحسن شیخ الحند رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے۔
قیمت ایک روپیہ۔ ۱/-

کیا احمد مسلمان ہیں؟

ہرگز یہ غم نہ تھا کہ یہ دن ما جھوٹ بول رہی ہے جو ہزاروں حسنیوں اور تعلقات کی سکل میں ہمارے گوشت پست میں روچی لبی ہے۔ ان کو تو یہ خوشی خنی کہ وہ سچ مجھے ہے ہیں اسی کے پاس چلے جائی ہے ہیں۔ ہمچیخ چلے جائی ہے ہیں۔ یہی تھا وہ وجہ لیگزا حساس جس نے جماں دکھ درد کی ہر کراہ کو بھلا کر حضرت صدر قمی البر کو دارِ نظر کے عالم میں یہ شرعاً لگنا تھا تو یہ پر محروم کر دیا تھا۔

رسولؐ خدا اک اس صورت حال کا پتہ جلا تو اسی مطلع کے اس معین کو خود شافعی مطلع کے خواستکرتے ہوئے اس کے درکا در مان کرنے کی بیان فرا دعا کی:-

الله! تو مک کی طرح۔۔۔ یا اس سے بھی طرح۔۔۔
چڑھکر۔۔۔ عینہ کا پار ہمارے دلوں میں ال
جسے۔ اس کی آبہ ہوا کیوں گوں سے پاک فروخت
اس کی مدد ادا کئے ہماں میں برکت عطا فرا
اہدا سکے دیا جی اور کو حفظ ہیں منقول کر دے۔۔۔

مقدوس سینے۔۔۔ سے تکی ہوئی پکار فرش سے جلی اور سید ہی عرش تک پہنچی۔۔۔ عینہ کی اب و پوامیں نقلاب برپا ہو گیا۔۔۔ دلوں کی ہمراہ یوں میں وطنی جذبات کی کامیابی کی اور مدینہ کے پیارے سینوں میں ذوق و شوق کی بخل ڈال دی۔۔۔ وہ مریض چولبری علات کی غلک بن گئے تھے محسوس کیوں کیوں سے تھا کہ ان میں نئے سرکے سے جان بڑھی ہے وہ جس نے گماں بیقین کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ ”جسے کسی کی پناہ نہیں چاہتے۔۔۔ میرے لئے خدا

ہر شخص اس دن میں صحیح کی پوچھتے ہوئے دیکھتا ہے کہ موت اس کے شمارہ یا وسیل سے بھی نزدیک تر ہوتی ہے یہ تھا عربی کا وہ شعر جس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے باک ہونٹوں پر شدید جذبات میں جیسے دیکھ راگ کی سی شنکل اختیار کر لی تھی۔۔۔ یہ وہ دور تھا جب وطن، مگر بار اور خود اپنی زندگی کی مادری کی چاہیں خدا اور رسولؐ کی چاہت پر نشاد کر دینے کے بعد دینیت کی ناسازگاری اب و پہاڑیں وہ بیماری کی سسل کڑی آزادش جھیل رہے تھے۔۔۔ صحبت تھی کہ دن بدن بگھنی جا رہی تھی، لیکن انسان عمل کے لیے سوچ کر اور سفر رہے تھے۔۔۔ جسم سوچے قبرگر تا نظر آرہا تھا مگر اللہ سے بچھ دی رہوئی روح کی نرم دست بیتا مان اس اللہ کے بنے کو جیسے زین و آسان سے آگے تیزی سے دہان خدا کے لئے جا رہی تھیں جہاں اس کائنات کی کسی نامعلوم غلوت میں مخلوق اپنے خالق الکبر سے ملاقات کئے دالی ہے۔۔۔ یہ تھے وہ نہایت دیدۂ ول جایا جان بالغیب کی انہی روشنی میں قریب زندگی کے ہر کہ کو چیز تھے ہر شے زندگی کے لقینی انجام کو جوستے کئے تھے سے بھی نزدیک تردید کر کر جو عام حالات میں امن و قوت بھی نظر نہیں آتا جب موت بالکل سر پر آنکھڑی ہو۔ کون جائے کہ یہ موت کی قربت کا شخص ایک احساس ہی تھا یا جاہاں زندگی کے ٹھکے مانے مسافر کے قدموں کو اس کی منزل فلاح نے خود آگے بڑھ کر جوں لیا تھا۔ ان کو

بڑے تھے اب ان کو غیرت بندگی کے بھرا رفاقت نہیں کے دریاؤں اور تلواروں کی چھاؤں میں آجھے کی دعوت دے رہے تھے لیکن سچ یہ ہے کہ حضورؐ ہبھاں بھی تشریف لے گئے ہیں جسے رسولؐ کشاں کشاں ساختا آیا۔ خوف و خطر کے اس مقام پر بھی دنیا نے بھی دیکھا کہ ساری دنیاست دامن جھٹک کر مل دینے والا بے نیاز انسان یہاں بھی ٹھیک اسی ادائے جان پسارت سے دامنِ مصطفیٰؐ کو بخون کی طرح چھٹا ہوا ہے۔ جیسے ان کو زندگی کا داد ایک لمبی بھی دامنی ہوتے سے زیادہ شاق تھا جب ان کے اور محمدؐ کے دو میان ذرا سا بھی فاصلہ حائل ہو جائے ا جب جگب بدکے ہمہ آزمیں ان میں پہلی بار اس حقیقت کا نایابی فیصلہ ہونا تھا کہ ایکلاؤ برداشت خدا کافی ہے یا پھر دو سے ڈھالے ہوئے سکلڑوں جھوٹے خدا؟ جب طلب کے پاس سوائے خدا کے سب کچھ تھا اور حق کے دنیں میں رحمت خدا کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا۔ جب بھوک اور افلوس سے کچھ ہوئے بھی خداوند خدا پر بھروسہ اور خود کا اعتبار کر کے وہاں تک کھنچ آکے تھے جہاں صوت اور زندگی کی صرحدوں پر کفر و شرک کی ساری قہریاں پت جبڑے پھلاتے کھڑی تھی۔ جہاں بھی لوٹھا لے انسانوں کو کچھ چاہائے کے لئے درندگی کا در شیطنت کا ایک جنگل کا جنگل دانت پیتا اور جنگل میں اپنا سب سے پہلا گھر تعمیر کرائے کا اعزاز خدا نے اپنے خیل کی بختا تھا۔ مدینہ میں مسجد بنوی کی تعمیر کا شاندار موقوعہ آیا تو خدا اپنی نظر انتباہ حضرت ابو عکب صدیقؓ پر طبی جن کے باسے میں خدا کے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خدا کے سوا الگریں کسی کو اپنا پادوست مانا تو وہ ابو عکبؓ ہی ہوتے۔ اسی انسان کے خون پسینے کی نکائی اس قابل فرار پاتی کیس معبد نور کی بنیادوں میں سوزن بندگی ملکر ہمیشہ تہیش کے لئے سما جائے۔

اب حق دا طل کا معروکہ تیز و تند نوار کی دھاریں پکا تھا۔ اب جنگ کی سرخ دیباں گھٹائیں ہر اتنی سے منڈلاتی چوپیں مدینہ کی طوف طبھی آرہی تھیں۔ اب اللہ والوں کو زخم کھانا ہی نہیں ظالم کے پسینے پر چڑک لگانا بھی لا ایسی تھا۔ وہ مومن جو تیرہ سال سے صبر و سکرت کی قربانیگاہ میں کھڑے اور رسیلؐ کی پناہ کافی ہے۔ اب اس کے لئے خدا اور رسولؐ کی پناہ بہر حال کافی دشائی ناہیت ہو کر رہی۔ حضرت ابو عکبؓ پرست علامت سے ایک حیات نازہ کی جوانیاں لئے ہوئے افظھ طرف ہوئے اور خدا سے بھڑکی ہوئی روح رسولؐ خدا کے پرسکون پہلو میں کھڑی ہو کر فرض کے حاذ پر چٹان بن گئی۔ نئی صحوت، نئی زندگی، ملے جائے ملے نہیں اخوت اور نازہ کے زنگ و نور سے وادیٰ تیرب میں ”مدینہ“ نام کی جو ارضی جنت تعمیر ہو رہی تھی اب وہاں خدا کا گھر تعمیر ہونا تھا۔ مسجد کی عمارت میں لئے جو گھر سب سے زیادہ موزوں نظر آئی وہ کچھ تیموری کی ملکیت تھی۔ تیموری دل شوق سے جعل گیا کہ بہ خدا کی اعزاز اذان کے حصے میں اڑاہے۔ انہوں نے کوئی قیمت لینے سے انکار کر دیا۔ لیکن تیموری کے بہترین والی اور بیکوں کے سب سے بڑے علم خواہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گھلایا کب گوارا ہو سکتا تھا کہ معاویہ نے بیرون میں تیموریوں کو ان کی اس نسبت سے محروم کر دیا جائے۔ اخیر تو یہ تکریمی کہ انسان کی جھوٹی میں دولت دو جہاں سمجھ دیں ادا شناس رہالت حضرت ابو عکبؓ صدیقؓ نے اذارہ پائتے ہی وہاں سرمایہ یہیات حضورؐ کے قدموں پر لادا۔ اور مدینہ میں خدا کا گھر تعمیر ہو گیا۔ مکہ میں اپنا سب سے پہلا گھر تعمیر کرائے کا اعزاز خدا نے اپنے خیل کی بختا تھا۔ مدینہ میں مسجد بنوی کی تعمیر کا شاندار موقوعہ آیا تو خدا اپنی نظر انتباہ حضرت ابو عکبؓ صدیقؓ پر طبی جن کے باسے میں خدا کے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خدا کے سوا الگریں کسی کو اپنا پادوست مانا تو وہ ابو عکبؓ ہی ہوتے۔ اسی انسان کے خون پسینے کی نکائی اس قابل فرار پاتی کیس معبد نور کی بنیادوں میں سوزن بندگی ملکر ہمیشہ تہیش کے لئے سما جائے۔

اب حق دا طل کا معروکہ تیز و تند نوار کی دھاریں پکا تھا۔ اب جنگ کی سرخ دیباں گھٹائیں ہر اتنی سے منڈلاتی چوپیں مدینہ کی طوف طبھی آرہی تھیں۔ اب اللہ والوں کو زخم کھانا ہی نہیں ظالم کے پسینے پر چڑک لگانا بھی لا ایسی تھا۔ وہ مومن جو تیرہ سال سے صبر و سکرت کی قربانیگاہ میں کھڑے

کے پاس دوڑ کر آتے اور بھر ایک نظر حضور کو دیکھ کر شہادت کی خوشی دھن میں تھا جنگ کی طرف جست کر کے ہوتے کی آنکھوں میں آئیں تھیں ڈالدیتے، اس عالم میں انھوں نے کوارہ کی تھا وہ میں میں بھڑکے ہو کر خیر رسانی کی طرف پلٹ کر دیکھا تو شدت خذات سے ایک بھلی سی گاری۔ ایک سفنسی تیز رفت ایک منظرے ایک بکر کی تمام توجہ کو اپنے اندرونی جذب کر دیا۔ انھوں نے دیکھا کہ حضور اب دعائیں دس قدر گم ہو چکے ہیں کہ آپ کو اور کسی بھی شے کا ہوش یا قیمتی نہیں ہے۔ ارتھاں دامن اور گھر کا عالم یہ تھا کہ آپ کی بعد اسے مبارک شانوں سے محشی تھی کہ زمین یہ رجاگری تھی اور آپ اسی طرح ہاتھ بھیڑے ہوئے معمود حقیقی کے آگے گردگرا رہتے تھے۔ بیغمبر کی یہ صفت کتنی دل دوز اور کیسی ہوش رہ باقی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ افغان خیز اس تھی کہ گیرفت دوڑ رہے تھے۔ اشک بار۔ بیقار۔ پروانہ دار۔ بھر اس لئے کہ چھ مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی چادر زمین پر کری تھی۔ لیکن ان مقدس شانوں سے ڈھنک کر اس چادر کا زمین پر گمراہا ایک صدیں کے لئے زمین و آسمان کے گھر جانے سے بھی کوئی زیادہ تھا۔ وہ مامتا سے بقرار مان کی طرح آپے اور اس زمین چادر کو اشک آؤدا انھوں سے لگا کر بھرا ہیں شانوں پر درست کر دیا جن شانوں پر دیسا بھر کی عم خواری کا بوجھہ کوہ گران کی طرح روکھا ہوا تھا۔

یہ تھا وہ "سو ز دعا" جس کی تیش سے بھی کے پیسے ہوئیں کے سینوں میں عشق و اطاعت کے اونچے جذبات جو الٰہ کی طرح پھٹے پڑتے تھے۔ یہ سو ز دعا تھا جو صدقی برات پر۔ حوصلوں اور دلوں پر نفعہ ہدای کا سا حرارت کام کر دیا تھا۔ نہ صاحب ہوتے ہوئے قزوں میں سکلیاں سی لیکتی ہیں۔ قتل ہوتے ہوئے بازدھوں میں خون کی روانی سُست پڑتے پڑتے اچانک ایک طوفان بن جاتی۔ یاطل کی زبردست طاقت کو دیکھ کر انھوں کے آگے اندھیرا چھا جانے سے پہنچ دل

اور رحمت کو تڑپ تڑپ کر بکارتے تھے۔ اس وقت بھی وہ راز دا ان رسالت حضور کے پہلوں میں بھڑا ہوا شہادت حق کی ہو رکھتے تھر خوار ہاتھا جب عدو و عبود کے درمیان ناز و نیاز کے اس عجیب و غریب عالم میں آن حضرتؐ کی تڑپ ان دعائیں الفاظ تک پہنچی۔

"یا اللہ ابھی بے یار و مددگار نہ چھوڑا جھوٹے تو نے چو دعوہ کیا ہے اس کو بورا فرم۔ الگ تیرے بیٹھی بھر بندے آج اس میران میں کام آگئے تو کیا لے خدا! — لے خدا! تو یہ چاہتا ہے کہ زمین پر کبھی تیری پرستش نہ ہو۔۔۔ کیا۔۔۔"

لیے اختیار حضرت ابو بکرؓ کا بلکچہ منہ کو اگے ادا کی میغرا و دھرم کیں پیونٹھوں پر ترپ گئیں اور ساری انسانت کا سوز حن۔ سوز شہادت حق اپنی آوازیں سمجھتے ہوئے انھوں نے آنسوؤں سے ٹھیکی اور جوش سے کاپنی ہوئی آواز میں سرگوشی کی۔ اللہ کار رسول صحابہ۔ سچ کہتا ہوں اللہ کار رسول بالکل صحابہ۔

اُدھر جنگ بھی کہ شدت پکڑ رہی تھی۔ اُدھر دعائے رسولؐ کا دل دوز سوز تھا کہ جسم و جان اور کون و مکان سے آج نکلا جا رہا تھا۔ اُدھر خیوں کی چلھاؤ سے فناوں میں شکاف پڑ رہے تھے۔ اُدھر روح دل کی ہٹوک تھی کہ ذرتوں سے ستاروں تک کائنات کا دل ہلاتے دے رہی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ ان دونوں کے درمیان تھے۔ اُدھر فرض تھا جو خون کے ایک ایک قطرے کو گرم کر دے رہا تھا۔ اُدھر رسولؐ کا در دل تھا جو ان کو تڑپ اسے دے رہا تھا کہ حضورؐ کے قدموں پر اپناہل جیر کر۔ بلکچہ نکال کر رکھ دیں۔ فرط شیوں سے ان کا وجود "وہ تم" ہوا جا ہتا تھا اُدھر بھی کام کر سکے اور اُدھر بھی کام آسکے۔ تھا جنگ کی لکاء سنائی دیتی تو بر قیم سمل کی طرح تڑپتے، بل کھاتے ہوئے نکل جاتے پھر خیرہ رسول نظر آتا تھا اور زندگی دلوں کو بھولے ہوئے۔ آتش و لہو کے طفافوں کو چھپتے ہوئے۔ پائے کی طرح لرزتے تڑپتے ہوئے حضورؐ

کے لئے دوزخ کا ایندھن ہے۔ آپ اس وقت بھی یعنی ایمان کی کشی کے جرم میں تلوار کے سچے طریقے ہوئی گردیں اٹھیں اور خدا کی چوکھت پر پیشائی شیک دیں۔ اسلام کی مسلسل مظلومیت اور کفر کے پے پے ظالم کو ریختے ہوئے حضورؐ کی اس تجویز کو حیرت بھری خاموشی سے سنایا۔ لیکن اس خاموشی کو توڑتی ہوئی اور حضورؐ کی تائید کرتی ہوئی چھپلی آواز آئی وہ حضرت ابو بکرؓ کے سو انس کی پوسلتی تھی۔ ابو بکرؓ جس کے سازدگی کے نام تاریخ را بسالت کے اشاروں پر حرکت کرتے ہے۔ حضورؐ نے چکھ کیا۔ ابو بکرؓ کی سند سے ہمیشہ اسکی صدائے بازگشت آئی۔

جنگ اُمدیں جب خود مسلمانوں کی ایک اہل اک فردگانہ اشتت سے بساطِ سچے وظفہ تھے والا عورت رکھتی تھی۔ جب گھاٹل کفر کے خلکست کا گھر احعاڑ کھا کر تجھے سے چانکھ جمل کیا۔ جب مومنوں کو سوچنے بچھنے کی فرحت بھی نہ ملی اور پوش و جواں نے ایمانی تقاضوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جب وہ قدم زمین پر رکھے ہوئے قدر خراہی پڑھ جن میں تلوار و کی دھار پر بھی جنبش نہ ہوتی تھی۔ جب قتل رسولؐ کی پوش و را اُفا ہوں نے اب ایمان کو سکتے میں ڈال دیا۔ اُس جنگ میں بھی شروع سے آخر ک حضرت ابو بکرؓ کے قدموں میں بال بر بر جنبش نہ ہوتی تھی خوف اور عمر کی جس پولناک آنہ ہمیں جہاد و عزیمت کے سریغ فلک پہاڑوں کی طرح اُڑ رہے تھے اس وقت ابو بکرؓ کی تندیگی میں خوف اور عمر کے نام جذباتِ حرب فرض کو آئے بڑھنے کے لئے دامت بستہ راستہ ہے وہ تھے۔ جب معز کو فرض سریع گیا تو ابھی وہ شخص تھا جو گھاڑ پیغمبر کے نقوش پا کو خون دل و جلد سے نکھارتا ہوا حضورؐ کے ساتھ سا بھ پہاڑ کی بلندی پر جوڑھ رہا تھا۔ حضورؐ کے ناخم رسیدہ ہجرے کو دیکھ کر ان کا لیا حال ہوا ہو گا یہ سوچنے کی بات ہیں۔ وہی شخص جو اس کے لئے ہزار مار بیار تھا کہ سیاہ ناگ اس کو غار تور میں ڈس لے گز

فسر طشویق سے سچ ہوئے اور خدا اگی طاقت پر اُن ایمان ایکسیں نور میں کر اُبل طرتا۔ زخموں سے نظر کے ہوئے ہر مرقطہ خون میں جب آخرت کی سرخزوی ایک جاری فراز جھلانکر دکھانی تو زخموں سے جو رسم حرمات د استقلال کی چٹانیں بن جاتے۔ یہ سوزدغا تھا جس سے زمین و آسان میں نہیں دوڑ رہی تھی۔ انسان بوج درج ج آگے بڑھ رہے تھے۔ فرشتے بحوم در بحوم زمین پر اُتر رہے تھے تاکہ ان انسانوں کے دش بدوش طرفے ہوئے کا خرچاں کر سکیں جن کے متعلق مشیدت ایزدی کا فصلہ یہ خدا کوہ تیامت کے دن خدا کی دامنی طرف جگایا تھی۔ جب خدا انتہائی جلال میں بسراط کا نبات کو اپنے ہاتھوں میں پیٹ کر کہہ رہا ہو گا ”آج کے دن کس کا راج ہے؟۔ اللہ زبردست ایکی کا“

آخر فلاح نکلا۔ شہادت حق کے لئے کھلے ہوئے سینوں کو باطل پیٹھ دکھا کر بھاگ رہا تھا۔ بندگی کا حلقوں گردن میں ڈال لیتے سے جن لوگوں نے انکار کیا تھا ان کے ہاتھوں میں خدا کے بندے نے بچریں پہنچا رہے تھے۔ خسر و دلکش سے زمین کو دلا ائے واسطہ سیں عکسے ہوئے تھے طرفے تھے۔ یہ لغت دسقا کی کے جنم تھے۔ یہ انسانیت کے ہتھیارے تھے۔ یہ خدا کے باعی تھے اسی نے سب سے بڑے ظالم تھے۔ وہ ظالم جو دمردیں پرہظیم کرنے کے درحقیقت خدا اپنی جانوں پر آخری ستم طھارت ہیں۔ لیکن یہ ظالمانہ مظلومیت کا دردناک پہلو اسوقت ان کے جواہم کی سیاہی میں اس طرح چھپ کر رہ گیا تھا۔ حضرت عمر ناروقؓ نے جو شیلی آوانیں یہ رائے پیش کی ان سب کی موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے اور ساتھ ہی اُن دخون کا بُتھ بھی اس طرح پاش پاش کر دیا جائے کہ ہر مومن اس کا فریق قتل کرے جو اس کا اینا سوی عزیز پرہظیم دمۃ العالمین نے فرمایا ان لوگوں کو معاف کیا جائے تو کیا حرج ہے۔ ماشہ تھیں دل جا اسوقت بھی اجازت مرتبا تھا کہ کفر کے یہ جرم کفر کی موت مرتک ہے۔

خود اپنے پروردہ نعمت کے ہاتھوں کو اپنے ننگ داموس کے خون سے رنگن دیکھ کر ان پر جو بھی قیامت گزگئی ہر کم ہے لیکن اس وقت بھی ہاتھوں نے منہ سے کچھ نہ کیا۔ دل قہام کر اور کلچر موس کر رہا گئے۔ وہ اس وقت تک کچھ کہنے کی بجائے صرف سہنا چاہتے تھے جب تک حقیقت خود واضح نہ ہو جائے وہ خوب جانتے تھے کہ یہ الزام ایک عقیدہ کی پاگا منی پڑتا کہ جملہ ہے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ حضورؐ کی بے جیبی اور فتنہ اگیر مذاقوں کی فتنہ طرازیوں کے درمیان حضرت عائشہؓ کے ڈھانچے لگے ہاں ہے ہیں اور آنسوؤں سے تر برتر تکے پر برداشت ہوتے کائنٹوں اور رسولوں کی کنج پر طرب رہی ہیں۔ لیکن کوئی شے صد لقی صبر کا پیارا نہ چھلکا سکی وہ سینے پر صبر کی سلسلہ ہوتے اور ہر ہنریوں پر تقویٰ کے قفل چڑھاتے ہوتے صرف اس لئے خاموش تھا کہ یہ غاموشی اسیہ رسیل تھی۔ یہ رضائی آئی کا دل کش تھا صنانہا۔ یہ ادا ان کے جذبات پر کسی ہی شاق گیوں نہ ہوان کو دل دجان سے زیادہ پیاری تھی کہ یہ ان کے ہوا کو پس اری ہے۔ آخر صبر کی جان گدا زیان لے گئے نیک اخراج کو ہی بھیں۔ انتظار کے پھاٹ سے دن کٹھی گئے اور اسلام آواتر نے اعلان کیا کہ زمین پر یہ فتنہ سراسر کرنے کے افترا ہے۔ ابو بکرؓ اس وقت پولے جب خدا خود یوں اٹھا تھا۔ اخلاق و شاشکی کی حدود ہیں رہتے ہوئے اس وقت بھی ہاتھوں نے اس سے زیادہ احتجاج نہ کیا کہ ”حد کی قسم“ اس نظر پر دازی کے بعد میں مطلع ہوں اما ذکر کی کفالت نہیں کر سکتا۔ یہ ایک علمی ترین سندہ میں کے الفاظ تھے جہاں سادہ و متنی الفاظ کی تہہ میں جزوی جذبات کے طوفان دیتے ہوئے تھے۔ لیکن ابھی اس نیصد کی اعلان کی گوئی بھی ختم نہ ہوتے پائی تھی کہ خدا کی دوسری آواز فتنے حضرت ابو بکرؓ کو محیت جذبات سے چونکا دیا۔

”تم میں سے ٹھہرے اور ذی استطاعت ہو گئے تو
اتریاء مسلمین اور راه خدا ہیں گھر پر چھوڑ دینے
والوں کو دهد، زندینے کی قسم نہ کھائیں۔ اور چاہیئے
کہ ان کے قصورِ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا

حضرتؐ کے خواب راحت کو دراسی ٹھیس نہ لے چکے ہی اب یہ دیکھ رہا تھا کہ حضورؐ کا مقدس چہرہ خون میں نہایا ہوا ہے بھلاکس کی سکت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی خونی کا یقیناً کاندھا زد کیسے۔ اگر کچھ اخداڑہ ہوتا ہے تو اس زبردست واقعہ سے ہٹتا ہے کہ زخموں سے چورچوں پر بھائے ہٹھنے سے بیٹھیں ہیں اور اسی وقت کفار کا بھی کاری ہے۔ تو حضرت ابو بکرؓ یک خون چکان بھل کی طرح ان درجنوں کے تعاقب میں زخمی شیر کی طرح لیتے ہیں کے گھناؤ نے ہاتھوں سے اسی نیت کے پتھریں مجھ کاروشن چہرہ زخموں سے لمبا ہمان کر دیا تھا۔

غزوہ بیت المقدس میں جب وہ جو شش ایامی اور دست وبارہ کے چورہ تھا کہ حضورؐ خدا کے ساتھ فتح خان مفرط شکر سے معاجرہ پڑت ہے تھے تو ابھی وقت تھا جب ایک پاہی پر بھوکلی باڑش پڑا کرتی ہے، مگر یہاں بھال تھا کہ طبیک اس وقت ان کے ننگ دناموس پر ترویستری پوچھا رہی تھی جب مناقوں کی انہمی شر رہ ٹلی۔ اب تو کسی کی جمعیتی بیٹی زوجہ رسولؐ اور احمدت کی ماں حضرت عائشہؓ صدیقہ کے خلاف دسوائے زمانہ چشم چھپڑی تھی جب ایمان و یقین سے روشن سینوں میں موٹن اور بدگانی کا شیطانی خجڑھوٹکا جا رہا تھا۔ جب ایک طرف بھی گلی ریج کو دوسری طرف حضرت ابو بکرؓ کی نظرافت کی جو روح کر دیتے کے لئے و خیاندار کیا گیا تھا لیکن اس وقت بھی حضرت ابو بکرؓ اپنے جذبات کی طرف نہیں سوئے رسولؐ کی طرف ہی ریکھا۔ ہاتھوں نے دیکھا کہ حضورؐ انہمی احتصار کے پاد جو دس شان صبر و سکرت کے ساتھ قدم اٹھا رہے ہیں تو وہ بھی سر جھکا کر اسی رواہ پر ہٹلتے۔ ایک دفعہ بھی نہ تکلی۔ ایک گرم نظر بھی تو نہ اٹھائی۔ مشدید احتصار کی کرب نایاں اور بھی مکمل ہبڑا سکوت! چند قدم اس رواہ پر خار پر چلے تھے کہ نہیں دل پر ایک اور بھلی گئی۔ پہنچا کر اس لرزہ خیز فتنہ کا خکار پکھ سادہ دل مسلمان بھی ہٹکتے ہیں اور ان کلاؤں میں وہ مسلمین اتنا تھا بھی شامل ہیں جس کی پتھر خبر کی کفالت پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنی آوش محبت کی پتھریں گرم جوشیاں صرف کی تھیں۔

کافر کا وہ طنز برداشت نہ کر سکا جس کی صنی جوٹ اسکے اپنے وجود پر نہیں بلکہ غیرت ایمانی اور یہاں بندگی پر ٹھیک ہی محروم جذبات کے طوفانی چیزوں کو چون رکارہ و رکارہ الفاظ میں سمجھتے ہوئے آپ نے پلٹ کر طنز کی "اچھائی ہسم" رسول اللہ کو چھوڑ کر ہاگ جاتیں گے اب بظاہر لکھنے سادہ الفاظ تھے لیکن ان کے تصور میں نہ جانے کوں سے جذبات کی زبردست بوسٹش تھی کہ ان الفاظ کی کاش تکوار سے زیاد تیز نکلی۔ عز وہ بن مسعود نے ترک کر تو چھا "یہ کون شخص ہے آخر" لیکن چاب میں حضرت ابو بکر کا نام سننا تو ان کی شخصیت سے مروع ہو کر سر جھکایا اور والا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبصے میں ہیری جان ہے کہ الگ میرے سر مر آپ کے احسانات نہ ہوتے تو میں نہایت سخت چواب دیتا۔"

— اور —

یوں ہی جہاد در جہاد ایمان عمل کی قربانگا ہوں یہ حق صداقت کی قیمت سمجھتے اور حق و صداقت پر جان مشارکی کی والہانہ ادائیں سمجھاتے ہوتے ہے جب وہ غرورہ تبوک کی تاریخی منزل تک پہنچنے تو قربانی کے جذبے سے ان کو سراپا فرسانی بنادیا۔ غرورہ تبوک کی تیاریوں میں جب ہر مومن مالی جانی حصہ لینے کے شرقي میں اپنی بساطت سے آگے نکلا جا رہا تھا۔ جب حضرت عز وحش نے لصفت اُنھوں ناکار را رہا تو راہ مولائیں نہ اتے ہوئے سوچا تھا کہ شاید نیکی کی دوڑ میں اُجھیں مدد حق اکثر پر بازی یجا سکوں گا۔ اس وقت حضرت ابو بکر ایک کوئی میں خلام میکیں کی طرح یوں سمجھنے ہوئے میٹھے تھے جیسے بہت کچھ کر گذر نے کی زبردست ترک ہو مگر عجملاً اس ترک کا حق ادا نہ ہو سکا ہو۔ اس حالت میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ "اُج وہ خدا اور رسیل کیلئے کیا کالئے ہیں؟" تو عجود فتادگی میں ڈوبا ہوا یہ جواب ملا "جو کچھ تھا وہ سب لے آیا ہوں" یہ چواب اور پھر یہ ادایے علیہ — حاضرین سنائیں آگئے۔ خدا کے رسول اور طرف شفقت سے پکارا تھے "اور اُنہوں کے لئے آخر کیا چھوڑ کر اتے ہو؟" — "خدا اور خدا کا رسول!" مجت اور عقیدت

تم یہ پھیں چاہئے کہ اللہ تم کو بخش دے؟ اور اللہ انتہائی معاف کرنے والا اور تم کھانے والا ہے۔ خدا کی یہ آواز سنتے ہی حضرت ابو بکر نے اپنی آواز دبادی۔ اپنے زبردست حیات کا گلہ گھوٹ دیا۔ یہ الفاظ کہ "کیا تم یہ نہیں چاہئے کہ اللہ تم کو بخش دے؟" حضرت ابو بکر کی روح کو ترتیب دادیتے والاسوال تھا غیرت خودداری کے جذبات عجز مندرجی میں داخل گئے۔ دل دھکر کا گرم خون آنسوؤں میں تبدیل ہو گیا۔ خدا کا پرستاد خدا کے قدموں پر گرتے ہوئے گڑ گڑا رہا تھا۔ ہاں میرے مولا میں چاہتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔" سجدے سے سر اٹھایا اور اعلان کیا "خدا کی قسم! ارب بھی ہیشہ سطح کا لفظ رہوں گا۔ ہیشہ ہیشہ۔"

صح وطاعت کا مقام آتا تو وہ سرایا گوش اوپر کی تیاریوں پر ہٹا ہوتے تھے۔ لیکن غیرت بندگی پر خدا اسی آنکھ آتی تو پھر ان کا جوش دخوش دیدنی ہوتا۔ جصلح حمد میر کے تاریخی مودود پریشیت ایزدی کے روز اہل ایمان کیلئے ایک زبردست رات تھے۔ جب اسلام شان مغلوبیت کے ساتھ کفر سے مقابلہ کر رہے وقت یہ اعلان کر رہا تھا کہ یہ حق و صداقت کی طلبی ہوئی جیت ہے۔ جب بوسٹش جہاد سے کاپتی ہوئی اور جذبات سے رنڈھی ہوئی آوازیں حضرت عز وحش نے حضور سے بتا بازنے سوال کیا تھا کہ "کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟" اس وقت صدیق اکبر حضرت عز وحش کو ایک طرف یجا کسی بھولی بھالی باتیں کر رہے تھے۔ "حضور تو اللہ کے رسول ہیں بھلایہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کا ہبنا نہ مانیں اور دیکھو عز وحش اندھہ پر کارہ کارہیے۔" لیکن جب کفار مکے ایکجی عروہ بن مسعود نے حضور کا دل دھکانے والی یہ چھوٹی بات کہی کہ "لے جوہراً خدا کی قسم یعنی مخلکے ساتھ لے جسے ہرے اور اسے لوگ دیکھتا ہوں کہ وقت پڑے گناہوادہ تھیں چھوڑ کر انکے ہو جائیں گے" تو یہی فرشتہ خویں ترین انسان تھا جس کا جرہ غیرت و جراحت سے ملا ہو گیا۔ وہی شخص جو سیاہ ناگ کے ذہر میں پھیں سے چپ چاپ خود کو گٹھا سکتا تھا۔ ایک

سکھر دین میں ڈوبی ہوئی آواز ادا ہے۔

عربی کے شاگردن کو مرشدہ

گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک اُردو خواہ
انگریزی زبان میں قدیم عربی کی
تعلیم مفت حاصل کیجئے۔ خواہ شمند
حضرات مندرجہ ذیل پتہ پر خط و
کتابت یعنی درخواست کریں۔

المرسل الاول۔ مکتب تعلیم العرب القديم
وھنکیڈ بہرہ سبجہ دھنکیڈ بہرہ جیشید پور (بہار ہٹیٹ)

ہاں۔ اسے گردش تقدیر اکبھی ہماری رسمیت فتحی تباہ
کا نام "خدادر خدا کار سول" ہے تھا۔ کسی اور کاتر و ناکیں
جس سے کہتے ہیں اب خود بھی یہ لفظ کرنا و شوار ہے کہ کیا تھا جس کو
اب بھی شبیک دہی ہے جو بھی تھا۔ بھی ہمارا یہ حال تھا کہ اب
بھکر کرنے کے بعد بھی یہ خوش ہرنا چاہکا ہے بھی بھی ہمیں ہر کوئی
اب بھکر نہ کر سکنے کے باوجود ہم اس طرح علمیں ہیں جیسے بسندی
کے سارے حقوق ادا کر چکے ہوں! ہاں خدا کا شکر ہے کہ ہمیں
ایسی اس دیوانگی "کام کھہ بھرا احساس ہے اور ہم یہی وہ احساس
ہے جس کے دم تک ہمارا بیان زندہ ہے۔ لیکن کیا یہ ایمان کی
جان بلب طاقت زندگی اور جوت کا بل صراط طریقہ کے
لئے کافی ہے؟۔ کیا بھی یہ تکہ ہمیں ستانی ہے کہ "کیا
ہم مسلمان ہیں؟"

طوفان سے ساحل نکل ایک ہدایت نہ کر، احساس
یورپیں یورپونڈ کی آپ بھی جو

مشایہ، تحریکات اور نظر کر کی رنگارنگ وادیوں سے لگر
کر اسلام کی ہنزاں تک پہنچے اور اب ان کا نام تھوڑا سدھا ہے۔
ترجمہ رواں اور دلکش، مواد قیمتی۔ ایک حقیقت کہانی سے
زیادہ دلچسپ۔

[پائیغ روپیے]

مولانا علی میان ندوی کے چند قیمتی مضامین کا بھی کھلکھل میں

- مساطوفان اور اس کا مقابلہ
- لشان راه
- مسلمان اور مندوستانی پروج

مقالات سیرت سیرت نبی می کے مختلف پہلوؤں

کے لئے سیجورہ کا انس جو علمی راقفہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے خاصہ ہے۔ تخلص چاروں پرے۔

مکتبہ تجلی۔ دیوبند (بیانی)

ستانی دعوت و عنایت اولتنا ابو الحسن علی ندوی

کے ترجمہ شمار قلم تہام
تماز اگرہ اولیاء اور علامہ مصلحاء کا محققانہ تذکرہ۔ ان کے
علوم و معارف اور اوقاہ کا بسیط تعارف۔ تین بیٹوں حضور میں۔
مکمل غیر مجلد کی قیمت الہماڑہ بیچے رجہل طلاقہ بائیکی
تو سوارو پیری فی جلد طریقہ جائے گا۔

مندوستانی مسلمان ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کا کردار اور ان کے موجودہ

مسائل۔ مولانا علی میان نے اس کتاب میں سیکڑوں کتابوں
کا فہرست پختہ کر دیا۔ قیمت ساٹھی میں روپیے۔

السانی دنیا پر مسلمانوں کے مولانا علی میان کی ایک عزیز
عرفج وزوال کا اثر الابراہم کتاب۔ اس کتاب کی
یقینے کو ھوڑے ہی عرصے میں اس کا پانچواں ایڈیشن چھپا ہے۔

[پائیغ روپیے]

چین اور روس کی زندگی صورتیں

آزادی کی نئی وقایتیں [اصنوف:- اردو ڈی کتبم] آزادی کے تصویر میں جو شیعہ بگ

آیزیاں ہوئی ہیں ان کی معلوم آزادی کی کتابیں کو سمجھیں اس میں
این طریقے کے ایک طریقہ اردن ڈی کتبم کی زبانی جمہوری سماج کے
جدید ترقیات کا دلول ایکیز تحریر صفاتیت میں اضافت میں اضافت

قیمت صرف آٹھ ترے

ادب میں ترقی پیشی [کیونزم اور ترقیات کی
اصنوفات:- آڑ میں کیا ہیں بھیں بھیں ہیں۔]
قیمت ایک روپیہ۔

پھر کے دریوا [اصحاب بیتیاں- حاذب توجہ برناک
اصنوفات:- آڑ میں کیا ہیں بھیں بھیں ہیں۔]
قیمت ایک روپیہ۔

انس سوچوڑ اسی [اصنوف:- جائیج آرولی۔]
معجم:- سید سہل اسٹلی۔

مشہور ہندوستانی نژاد غربی اصنوف جائیج آرولی کا وہ
شہر آفاق ناول جس نے روپیہ میں تھا کہ ڈال دیا گھا۔
اردو کا جذبہ صورت زیبیش آرٹ سپری کی آٹھ تصویریں
ستھ عزیں صفاتیت میں صفاتیت۔ ڈھانی روپے۔

چین کے مسلمان [اکٹوپرول مسلمان کیا ہے؟ ہائیز زین
آدم خوری کا دستاویزی تذکرہ۔ صرف یکھیں پیسے۔]

سویٹ نظام کی چکنیاں [پرشن ایک جیروہ اور
معماری کتاب جو دلچسپ بھی ہے اور حقیقت افریقہ بھی
صفیات لے۔] قیمت صرف ایک روپیہ

آزادی کا ادب [بعض منتخب مقالوں، انسانوں اور
تغیری مقاموں کے تحت چھاپا گیا ہے۔ مجلہ تین روپے۔]

کیونزم کی پہلی کتاب [اسکرپٹوں سوالات کے
مکمل مفہومیات درج ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔]

ظلمت نہم روز [اصنوف:- آرٹسٹ کو اسلے
مترجم:- گوبال انسٹیشن

سابق کیوں نہ مرضی والیور آرٹھر کو اسلے کا بلند پایا نظری
تاول جس کا ترجمہ اور دو کے صاحب طرز ادیب جاپ گولن
میں نہ کیا ہے۔ ایک الیکٹریک ملک کی کتابی جو آرٹس وادی
انقلابیوں کے ہاتھ میں پڑ کر جنت شہنشہ بنے جنم گیا۔
ضمانت ۲۹۶ صفحات۔ قیمت سوار روپیہ ۱/۲۵۔

عثمان بطور [جن میں ملاؤں پر کیا گزری؟ ایک کتابی۔
اکٹر نارخ۔ سوار روپیہ ۱/۲۵۔

اوریا نگی بہتراء [عبرت ایکیز داتان۔ ایک روپیہ۔
کیونزم کی ایکی لفظی نظریت سے سمجھنے

بھائی کی کامیاب کوشش ہوشیا
دستاویزی جو لوں سے مرتی ہے۔ قیمت ڈھانی روپیے۔
عالمی سیاست جمہوریت [کھدا کے سابق وزیر خارجہ
اصنوف:- لیسٹری پرشن

اور اتحادی بھائی کے سابق صدر اور طبلہ طریب پرنس چھ عالمانہ
مقالوں کا جمیعہ۔ میں الافاری سیاست جمہوریت کے گزار اور
جمہوری اصولوں کی کار فراہی کے امکانات کا سیر جمال جنم
موجودہ میں الافاری سیاست کے پڑیجے رحمات کو سمجھنے
کے لئے اس تھوڑی سی کتاب کا مطالعہ اڑھ میں ہے۔
ضمانت ۱۸ صفحات۔ قیمت صرف آٹھ ترے۔

آزادی کی طرف [ایک اسی اصر کی آپ بیوی جو حاگ کر
امریکی میں پناہ گزیں ہوا۔ نہایت دلچسپی اور عہداں۔ یعنی پچھے
ایک روپیہ سیویت روس کی حقیقت۔ دو حصے۔ دو روپیے۔

مسکد مسجد نمازگزار

بھن اوقات میری کا طیارہ الکھا ہے تو بھی بصیرت بن جاتی ہے۔ ملائیں تو سے پر مشتملی بھی نہیں اس کے باقی میں اخبار

تحاصل ہو جائیں نہیں بلکہ یوں کہیے کہ چھٹے کے سارے رسمی ہوئی ایک دن بھی برائے اخبار پھیل ارکھا تھا۔ جب میں ٹھہریں داخل ہوں اس کے دونوں پاٹھ پر اڑھا کر روتی بنانے میں مشغول تھے، مگر نظری اخبار پر تھیں۔ میں کھنکا راوی اس نے جو تک کفرلیں اٹھایں۔ چونکے کام طلب بیوی تھا کہ مطالعہ سرگرمی تحریت سے سماخت ہو رہا تھا۔

”بھجھی تو میری صوت گرتی جا رہی ہے“ میں ترستاں لے جو میں احتاج کیا“ باور جی خانہ لاہوری بیانیا جائے گا تو جلی پری روٹیوں اور کچھ سالنوں کے سوا وہاں سے کیا ہر آمد ہو گا۔“

”پرہادت کیجئے“ وہ ترستے بولیِ زنجی گھنٹہ بھر پہلے صوفی مسکین ارتقا در فرمائے ہیں۔ شہیک پاٹج بجے آپ کو در گاہ بھجویا یا بائے۔ شاید آپ کے پانچ سو سے کوئی نہ لی آئی ہوئی پھٹ پو آپ کی صوت ماشاء اللہ ہوا سے باتیں کریں گے۔“

میں نے دکھلا کر اسے ٹھوکرا۔ اندازہ نہیں پیدا کا تھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے یا چٹکی لے رہی ہے۔ کچھ دنوں سے اس کے مزاج وال طواری میں تبدیلی آئی جا رہی تھی۔ پہلے وہ اکثر میری یا توں پر جلا پھا اکرنے تھی۔ ابھی تھی جھلائی تھی مگر قدر قدر کی غربت توں پر برلن نظر آئے گئی۔ اب وہ بسا اوقات ہیرتاں تھیں اور شکفتہ سراجی سے کام نیکلا یا بائیں

میں ترا عکس ہوں کہ تمیرا
اس سوانحہ برابر نے مارا

آپسے کیا پردہ، وہ دراصل مجھے میرا ہی آئینہ دھانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ غالباً یہ سبق اس کے بھتی ہی نے پڑھا ہو گا۔ جو کچھ بھی ہو ہیں نے بہرا سامنہ بنا کر حساب دیا۔ ”جھوٹ ملت بولا کر۔ صوفی مسکین کل الجیر گئے ہیں۔“

”پھر وہ ان کے بھانی صوفی مسکین ہوں گے۔“
”وہ آخر دن سے ہمپتاں میں پڑے ہیں۔“
”پھر وہ ان کے نالی صوفی مسکین ہوں گے۔“
”تمکیں صاحب تکار پر ہیں۔“

”اب جو تھا قافیہ آپ ہو، بتکیے۔ کوئی ذکری آیا
ضرور رکھا۔“
”میری موت آئی پوچھی۔ میرا خجالت ہے اب بھر
پاگل خانے میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔“
”بس جھلائے گئے۔ آپے برسوں اسی طرح میرا نون
جلایا ہے۔“

”میں پیدائشی اکتن ہوں مگر تمہیں احمد بنے کا کوئی
حق نہیں۔“

”مولانا اشرف علیؒ نے لکھا ہے کہ ہر یوں کوشہروں کے
رنگ میں رنگ جانا ہائیتے۔ جو کچھ آپ ہیں وہی میں بھی بننے
کی کوشش کر رہی ہوں۔“

”ابنال کو یہ خدا ہے کہ میا بھی چھوڑ دے۔“
یہ عنوان صدقی حدیثی ہی میں تھا جسے ابھی تک
ملائی نہ ہا تھی ہی میں۔ لے رکھا تھا۔

”بھی وا۔ ذرا سنا تو کیا الھا ہے۔“

”جی ہیں۔“

”ایسے دا۔ کیسے نہیں؟“
”پھر آپ کہیں۔ گے کہ مجھے مولانا اشرف علیؒ کے
منور مسلمین سے ہیر ہے۔“

”دہ تو ہیں گا۔ اچھا چلو نہیں کہوں گا سناؤ۔“
”میں کیوں سناؤں۔ آپ خود طلب ہیجھے۔“

”تم سناو گی تو میں سنتے ہے ماں مدد ساختہ تھا نے
چھرے کا بھی ہطالعہ کرتا رہوں گا۔ تھیں نہیں معلوم جب
تم سناو ہاتھی پر تو تھا نے چھرے پر تحریری آڑٹ کے
کیسے کیسے ہوئے نمودار ہوتے ہیں۔“

”آپ کو خدا سمجھے۔ آپ قمیں اور بھی نہیں ڈگی۔“
”عنیں سناو گی؟“

”ہرگز نہیں نہ اپنی گی۔“

”مرت سناو۔ مگر میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ
اس عنوان نامصرعے کا ہلال مصرع تھیں یاد نہیں ہے۔
یہ شعریں نے سن میتا لیں سے پہلے کہا تھا۔“

”هزار کہا ہو گا۔ اقبال اور غالب سب آپ ہی
کے شاگرد تھے۔“

”ادھی چار ہی ہو۔ اچھا بھاگوں لاؤ اخبار دو
میں خود ہی پڑھوں گا۔“

یہ تو بھی بات پیگی کریں اکیلا اکیلا پڑھوں اور
ناظرین مفہود تھے رہ جائیں۔ لمحے آپ بھی سنتے۔ دیسے
سستھے سے پہلے یہ ضرور ذہن لشکن فرمالیں کہ شعر کے
باختے میں میں نے ملاں سے فلسطینی نہیں کی بھی۔ اقتدار
یہ بھروسی شعر ہے ثبوت کے لئے ہلال مصرع ملاحظہ ہو۔

”لما بہوت ملائے جو شے کے جواز میں
اقبال کو یہ خدا ہے کہ میا بھی چھوڑے۔“

”نفرم نہیں آئی مولانا اشرف علی کا نام لیتے۔ ان کے
تموں میں سے لو تھیں تھمبوہی بھر ہے۔“

”بھرے دشمنوں کو ہو بیر۔ یہ آپ کے کیسے کہا؟“
”بیان مولانا صدق عاصیب میرے مرید ہیں؟“

”مولانا صدق حسب؟“

”اس کی آنکھوں میں اسوان تھا۔“

”اور نہیں تو کیا۔ بھولی بن رہی ہو جیسے خبری نہیں۔“

”میں کسی مولانا صدق کو نہیں جانتی۔“

”چھکیے۔ کل کہنا میں کسی لاہ بن العرب کو نہیں جانتی۔“

”ایسے تو تھا یہ ناکوئے مولانا صدق؟“

”بہت اچھے۔ ابھی تو ایک بھجو مولانا صدق کو
نہیں جان رہی تھیں۔ ابھی بہت سے مولانا صدق
ہو گئے۔ ان میں سے میں تھا اسٹریٹ میرت اون کہ کون سے
مولانا صدق۔“

”تبہ۔ آپ تو میں کامیل بنا دیتے ہیں۔ اب
بننا یہیں۔ اگر بھی؟“

”یہ کیا پڑھو رہی ہے؟“

”میں نے اخبار کی طرف اشارہ کیا جو صدق حدیث
کے عادہ اور پچھلے ہیں تھا اس کی آنکھوں میں چمکتی آئی۔
اچھا۔ پڑھدے تھا آپ کا۔ مولانا دیباڑی
کہہ درستے تو کیا بگڑ جاتا۔“

”ایک ہی بات ہے۔ مجھے ناموں میں طویل سی نہیں
”مگر خود آپ کا نہیں۔“ اس نسبتھی تھی میں مکار ہو
کے ساتھ بھری طرف دھکا۔

”میرا تاں ایسے گناہوں کی سزا ہے۔“ میں بھی منی
کہا۔ یہ نبی سے مطلب یہ کمنظف اعتبر سے یہ چوڑا کو اس
خواجہ کراس کی خارج پڑا۔ میں بھری طرف سے میرا بھجو گرم ہو گیا تھا اور
گرم بھجو منطق قلسے سب کو جلا کر ہنس کر دیتے میں اکسر
لانگا ہی۔

”خواجہ کے دروان میری نظر ایک عنوان پر پڑی
جس نے چڑی کا مزاد دیا۔“

صدق یارہ

”آقبال کو یہ خندے ہے کہ یہ ابھی جھوٹوں
مولانا مودودی کا ایک تازہ بیان ایک سوال
کے حوالے میں“

”اگر کونشن مسلم لیگ کسی ایسا دار کو نامزد کرے
گی جو دن ادارہ، تو جماعت اسلامی اس کی بھی تحریک نہیں
کرے گی۔ کونکن کونشن مسلم لیگ سے جماعت اسلامی کے اصولوں
پر شرید و خلافات ہیں...۔ الگر کونشن مسلم لیگ کسی فرشتہ
کو بھی کھڑا کرے گی تو جماعت اسلامی اسکی بھی جماعت نہیں
کرے گی۔“ رانیشرا فاس پور پاکستان: ۱۴ اگست ۱۹۶۰“

انہیں اکر صحیح نقل ہوا ہے تو اسے ”کافر“

مولوی صاحبجان کو مبارک ہر کو اب انھیں مولانا مودودی
کی بھی مندوہ ہم نوائی حمل ہوتی ہے اسے اب تک تو یہی
ستاخاکار مولانا مودودی کے ہاں معيار اتحاد صرف
صلحیت سے اب معلوم ہوا کہ انہیں کوئی شخص لاکھر
صلح ہوا لفڑی دندرین کا جامس پینے ہو رہے ہیں فرشتہ
ہیو، لیکن اس کا تعلق فلاں سیاسی جماعت ہے یہ ہے تو
ہر صورت وہر حال ایک مسلم ہی جماعت ہے تو اس، اگر

جماعت نہیں بلکہ جماعت ہی کی جائے گی! — اس

سیاسی پارٹی کا عمل کتنا ہی عظیم ہے، بہر حال ارتداد و
ترک اسلام تو نہ ہوگا، لیکن یہاں وہی محض تعجب بری د
استنباطی اختلاف نے اسے اسلامیت سے معاکر کیے قفر
ارتداد کی صفت میں لاکھڑا کر دیا ہے! — برلنی کے بنام

اور فرانچسی حضرات بھی اس سے زیادہ اور اس کی موکابہ کیتے
ہیں کہ جنکار فلاں اور فلاں فرقے تحریر اسلام اور اسنیماط
مسائل میں ہم سے شاید اختلاف رکھتے ہیں اس لئے ہم
انھیں اسلام کی برادری سے ناچر کریں میراں جو ہر جگہ ر

پڑتے ہیں۔ طنز و تریخ کی انھیں۔ بہت تریخ میں ہ
بڑے دنگ کی رات ہے کہ ایک بڑی شخصت سیاسیات
حاضرہ میں غرق ہو کر کہاں سے کہاں پہنچ کی اُنہیں یا اُنہیں

ایک بارٹری ہنسے دل نہیں بھرا تو یہی نے دوبارہ ٹھہرنا
جھٹکے سے کہا کہ ٹھہرنا کلکسیوں سے مائن کی طرف بھی دیکھنا
جادا رہا تھا میں نے سرنازک پر یہ ٹھٹکے نے تایید کیا اب میں کہ پرس
رہے تھے۔ ٹھٹکاروں سے مراد طاہر ہے سبحان اللہ ما شاء اللہ
دا ودا حصہ اضافہ تھے جو پر اس خیری زبان پر آئے جا
نہیں تھے۔ بدل تو اس کے تھرے جانے کی تقاریب نہیں۔ پھر
پورے طبقے بھیجے، پھر اس کی تھی خیز خیز طاقت اے۔ وہ دن اُن فیض
اور سے پھیلی کی شریک شکش سے لذت رہی تھی۔
”بھی و اللہ“ میں نے تقریباً جھوم ایک ہی سانس
میں کہا ”میسر پر تو اسیا ہو، مفتر پر تو اسیا ہو“ تیرہ بیو تو اسیا
ہو، مفتر پر تو اسیا ہو۔
ایک سانس میں چار قاضیوں نے زیادہ کیا یاد کرتے۔
”وکی گیوں تھے“ دیکھتا کہ بولی ”ایک بڑا چھافا فیہ
اٹھی باقی ہے۔“ جو بیو اسے ہوا“

”محرب تھا کے بھیا ہوں گے“ یعنی تک تیر کی جا بدیا۔
”آپ ہر رات ہیں بھیا کو مت گھشتا کیتے۔ ایسا ہی بھیا
سے پیرا در مولانا ریاض الدین سے مشق ہے وہیں جھوڑ کر صدق
پیر ملاز مرد کیتے۔“ اس طریقہ آگئی تھا۔

”ضرور کیتیا ملکھو دا بے مولوی نوں الہی کہہ نہیں تھے
کہ وہاں دس روپ سے زیادہ تھا اہو! ہیں مل سکے گی۔“
”اوڑ پس بھی آئے دن احتجاج کر رہے ہیں کہ جلی کے
ڈیڑھ سو ٹھوڑے ہیں۔ بھٹکتے کہہ رہ جو اہ اوڑ پر صواؤ۔“
”کس کے لئے کرنا ہوئا۔ بھٹکتے لئے تھماری اولاد
کے لئے۔ کوئی بھرپور احسان کرنی۔“ اگر کوئی تھا کے بھیا ہزار بھی
دیں گے۔ بڑے آئے بھیا۔ اسے بھیا تو ایسے دیئے ہوئے ہیں
کہ اپنی بھیوں کو سلطنتیں دے دی ہیں۔ بھرپور کوئی اہن نہیں
وہ نہیں تو اسے بھیوں میں توں دیتا۔“

”ٹھیک ہے۔ جیساں جمعتوں میں دیتی بھی نہیں کہ انھیں
کہ نہیں ہی میں توں دیا جائے۔ لکھنے توں۔“ تیرہ بیوں یک
تر شیعہ ناالتہر آئی۔“

”معارف المغارب۔“ بہ شور شور پھر تم نے کہا۔ بھائوں تھماں

پر طریقہ ہنگامہ اضطرور پڑتے تھے۔ جتنی میں خراشیں آجائیں ہیں۔
لھوپٹری خواہ جواہ تھراستے لگتی ہے، لیکن جان بہر حال
چھپوٹ جاتی ہے۔ وہی ہر اجھ پہنچ لی پار مچ گکھے۔ یعنی
ملائیں جملہ ری سے پانی لاتی۔ اسے یقین تو نہیں تھا کہ گھانیں
کا یہ دورہ برحق ہے لیکن یا تو اندر اور مرقت یا از راہ انتظام
وہ اس سے سرا سر مڑھوٹگ قرار دیتے پر بھی آمادہ نہیں تھی۔

کئی مزٹ بعد میں بے صدھ سا ہو کر آرم دھستے
دراز ہو گیا اور ملائیں کے چہرے پر بحد دردی کافور برستار ہو گو
اس کے تھجھڑکی سیاہ پر چھاتیاں بھی تھیں۔

نیند تو کیا آتی مگر اسے بیداری بھی نہیں کہہ سکتے۔
بین بین عالم ہٹتا۔

ظہر کے بعد چاۓ نی گئی۔ تھجھے ہر آن اندر شہر میں کہ
ملائیں اب بخود ہی سروال کرے گی۔

"دھکا نہ مولانا" مودودی نے کفر و ارتاد کا
فتوحی کہاں جوڑا ہے؟"

مگر وہ خاموش رہی۔ یہ الگ بات ہے کہ مزاج پر میں
کے دران اس کی آنکھیں بے آواز تھیں اڑاتی چھوپس
بڑی ہیں اور اس کی دبی دبی سکراہٹ میری دھنی
وگ میں چڑکیاں لیتی رہیں ہو۔

نازک کے بھائی میں ھر سو نکلا اور جماعت سے
فاسخ ہوئے ہیں مولوی رحمانی صاحب کی خدمت میں بیجا
یہ صحتی راز انداز کے ہم نلف ہیں اور ان کے چاخوں پر
صاحب ہے ہماں کے خاندانی تعلقات ہے ہیں۔

ان سے بڑا "مودودی دشمن" میری نظر سے نہیں
گزر۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اگر فرشتوں کی غلطی مودودی
صاحب کی جنت میں داخل مگاہیں اس جنت کو بھی
چھپتا بت کر گئے اور الگ ثابت نہ کر سکا تو خود چشم میں
چھلانگ لگادیں گا۔ ان کی شہرہ آفاق کتاب "مرغی
کی ایک ٹانگ" بریلوی حلقوں میں بھی اتنی یہی مقبوں
ہے جتنی دیوبندی حلقوں میں کیوں نہ اس میں بڑی مضبوط
و مبلدوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ مودودی صاحب خدا

کی بات کرے۔ کوئی بھی کم سے کم اتنے لگتے ضرور ہیں کہ تھیں نہیں
کے لئے آدمی تھواہ خرچ کرنی چاہی۔

"اور ہمہ سے تو بہت سے ہیں۔ کاشخ کے لگڑیے بھی
خردی لے جاتی ہے تو کوئی سینکھلائی سی ہیں ڈیڑھ سو میں
نہیں تی سکتی۔"

"پھر؟... یعنی اس حسابی بحث کا تعلق ہم اسے
موضوں سے کیا ہوا؟"

"بھاڑا میں جائے موضع۔ آپ حدائق پر چھٹے۔"

"وہ تو پڑھا۔ ایمان سے کہنا مولانا صدق کیسا باریک
کاستے ہیں؟"

"وہ تو کبھی بھی سنکھلے ہے میں۔ ملائیں الگ بھڑک
اٹھی۔"

"اٹھے اٹھے۔ پاگل ہوئی ہو۔ اسی کا کذبیت۔"

"بچکانہ بلاسے ہو مگر مجنون نہیں۔ مولانا دریا بادی
نے جو کچھ لکھا ہے وہ تو دیا گئی کے دائیے میں آتے ہیں۔"

"استغفار اللہ۔ تھیں اتنا بھی احسان ہیں کہ ایک خود
مرد دی پر تقدیم نہیں کر سکی کیا کہ ایک اتنے بڑے اہل قلم پر تقدیم
— تقدیم کیا یاں کہو کہ سرت و شتم۔"

"میں نے اتنی بڑی کالی نہیں دی جتنی مولانا دریا بادی
نے مولانا مودودی کو دی ہے۔ اگر میں اندھی نہیں ہوئی بتایے
مولانا مودودی کے منقول فقرنوں میں کس لفظ سے کفر و ارتاد

کا قیمتی تو درکار اشارہ نکلنا ہے؟"

میں سٹھیا۔ واقعی میں فرط شوق میں چیک نہیں کر سکا
خاک کتوش مسلم لیگ کے کسی ایمیدوار کو خارج از اسلام ستار

دینے کی جمارت مولانا مودودی نے کس جملے میں کی ہے۔ مگر کہ
پھر سے عمارت پڑھی۔ یہ تو یقینی تھا کہ مولانا مودودی نے حرم

کیا ہے۔ کیسے مکن ہے کہ مولانا دریا بادی جیسا بطل جیل بال کی
کھال نکالے اور پھر سے اونٹ برآمدہ ہو۔ قصور یقیناً میری

کوتا ہی فہم کا تھا۔ بنی بارہ بیانات باریک ہیں۔ سمجھیجے سے لکر
مددے کا کازور لگایا پھر بھی حرقت مطلب برآمدہ ہوا تو

میں نے لفڑی سے پسندید پھٹکتے ہے کہ انسیوں کا دیرہ الیا

بھی دیتا ہے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تھا میرنکا ج کچھواں شے کھا کھا کر علیٰ نہ پڑھے ”میری جنت سے عربی خطرے میں ہے مولانا“ یعنی صدیق جدیدان کے آج نہ تھے ہوئے درد بلے ہیچے میں کہا۔ وہ اخبار اٹھاتے ہوئے گویا ہوتے۔ ”کیا بات ہے؟“

”بھٹے اسے پڑھ لیجئے“ یعنی اسی صدق پاٹے پر انگلی رکھ دی۔ انھوں نے پڑھا۔ پڑھنے کے دوران انکا چہرہ اٹھ گزی گلب کی طرح بھلتا ہمارا تھا۔ دار طبع کے بالوں کی لوگیں بندت کی سرسوں کی طرح لمبا نہ لگی تھیں اور گردن کی لوگیں اس طرح تحرک تھیں جیسے جگر عُمر کر کے سترست پنی ہے ہوں۔

”بہت عمدہ سے والد بہت اچھے۔“ وہ دفعتاً پڑھے۔

”کیا اچھے۔ قبلہ اسی اچھائی سے تابیسی ہی طی پیدا کر دی ہے۔“

”کیا مظلوم؟“ انھوں نے کیسی نظر وہ سے نہیں گھورا۔

”بہت خراب مظلوم ہے مولانا۔ آپ ذرا الصفات تو فرمائیں اٹھ ایک شوہر اپنی بیوی سے ہنسی طور پر کہتے ہوئے اس کے لئے زندہ رہنے کا کیا جوانہ جاتا ہے؟“ ”کون بیوی کس کا شوہر“ ان کے چہرے سے بزراری اور تحریر دلوں ہو دیا تھا۔

”میری بیوی۔ میں خود ہی اپنی بیوی کا شوہر ہوں ہوں ہوں۔ ایر پپ۔ میر امدادی یہ ہے کہ وہ میری بیوی شرعاً پوچھتی ہے۔“

”شرع۔ بیوی۔ کیا انکے ہو۔ بھی میں صیحتی بات کرو۔“

”میں بھی آپ ہی کی طرح اس صدق پا رے کو پڑھ کر خوش ہوا تھا اگر وہ میری بیوی کہنے لگی کہ مولانا شمجی کبھی سنک جاتے ہیں۔۔۔“

کے منکر ہیں گو ظاہر وہ انکار نہیں کرتے بلکہ جس خدا کو وہ خدا مانتے ہیں وہ خدا ہے ہی نہیں۔ خدا وہ ہے جسے ہم مانتے ہیں۔

درد اڑے پر مجھے کئی منٹ انتظار کرنا پڑا مگر اس سے کوئی قوت نہیں ہوئی کیونکہ اندر سے ریڈیو کی سامعہ نواز نہروں پر پاکستانی مخفیہ کاڈ ہی جدالیز نغمہ سماعت فاڑی پر بھاٹھا جسے سن کر ریڈیو تو کیس بعض ماہل حدیث کو بھی دیکھ کرستے دیکھا گیا۔

پڑھے بہر وہ ہیں یہ حسن واسطے ایکیں لکھائی کو اشہش نہ کرنا مگر آداز یک نخت ہے۔ ہو گئی

غایباً میری حاضری کی اطلاع پر ریڈیو بن کر دیا گیا تھا کھدید پر بعد یہ یعنی میں اوزبکی رحمانی صاحب ان کے شاندار اڑانگ روم میں حاکم اڑا کرے تھے۔

دیہر فالینوں اور نرم گاؤں کا یہ درا مانگ روم۔

— اسے ہائے — اس کی دیواروں پر پڑھے پڑھے چوکٹے میں وہ نوع بارع ایڈریس اور تھیڑت نام

چڑھے ہوئے تھے جو مولی صاحب کو دقتاً وقتاً ایک بہترین مقرر اور داعظ کی حیثیت میں ملتے رہتے ہیں۔

چائے تقریباً اسی معیار کی بھی حسن کے باکے میں مولانا از اور حجۃ اللہ علیہ کے لیے ارشادات ”قصایر چائے“ کے نام سے چار دانگ عالم میں شہرت یاب ہو چکے ہیں۔

مولی صیحتی رحمانی کے ایک صدق خاص کا اور ذکر کر دوں۔ انھیں میر درد دیت سے شدید سفرت ہوئے کے علاوہ ہر اس عالم سے کوئی چو قاری نہیں کو استبلہ میں شامل نہیں بھٹتا۔ اس کو کے چکر میں (انھوں نے اپنی پروردہ ایکتہم ولیسر ایڈر کی شادی بھی ایک فاریانی جوان سے کر دی ہے۔ جس وقت اس شادی پر اہل محلہ نے شے کی بھی وہ بھی لا بیر بیری سے صدق حدید کا مناسن اٹھا لائے تھے اور منفرد عمارتیں دھکلائیں لگیں کیونکہ لوگوں کی قابلی کیا تھا اگر دیکھو ایسا کا صرف اول کا عالم اور مرد راست قاریانہوں کے اسلام کا نہ صرف قائل ہے بلکہ اپر زور

وہ فرشتہ ہی ہے۔ اب بناو کیا فرشتہ آن میں فرشتوں پر بھی ایمان لانا اتنا ہی ضروری قرار نہیں دیا گیا ہے جتنا اللہ کے رسولوں اور آسمانی کتابوں پر۔

”جیا بے شک“

”قیصر۔ فرشتے کے اشکار سے کیا مودودی کافر نہیں ہو؟“
”مگر یا۔۔۔“

”نہیں کیسے مانے گی۔ ثم شوہر ہو یا وہ؟“

”اسن مسلم پر بھی کسی اور وقت کفتوں کریں گے۔ ابھی تو آپ خدا تعالیٰ شریع اور کریم تاک میں استلاح جواب کے سکوں۔“
”مزید شریع کی کیا حاجت ہے“ وہ بخ چھے میں پڑے

”ایمان بالملائکہ ختم ہوا تو سارا ایمان ختم ہوا۔“
”بالکل بجا۔۔۔ مگر سوال ہو ددھی کے کافر ہونے کا نہیں۔ وہ تو ہے ہی کافر۔ سوال یہ ہے کام کافر مسلم لیگی مرد موسمن پر گھروالیں اور خالق اسلام ہوتے کا انہم کہاں جڑتے۔“

”کہاں جڑتے۔ اسی میان میں جڑتے ہے۔ دیکھئے نہیں کیسے کہہ، ہاتھی کہ تم ہرگز اس کی حمایت نہیں کریں گے چاہے وہ دیندار ہی کیوں نہ ہو۔ دینداروں کی حمایت سے گیری نقطہ کا فسروی کر سکتا ہے۔“

”پھر وہی بات۔۔۔ یعنی تعصیل مال؟“

”کیا؟“ وہ بھیکے۔

”تحی ہاں۔ اس منطق سے بھی مودودی کافر ہی ثابت ہوتا ہے ملکہ تھوڑہ تھوڑہ۔۔۔“

”کیا تبصرہ تھوڑہ رٹے جائے ہے ہو۔ ایسے کیا مولانا دریابادی کو ایسا دیا تھا کہ اسے۔۔۔ دعوم ہے ان کے اخبار کی ساری دنیا میں۔“

”بالکل یہی بات میں نہ ملتی۔۔۔ کہی تھی۔۔۔“

”نمودر ہو تم۔۔۔ اسے طلب کرنے کیا ہے۔۔۔ بڑی آئی ملتی۔“

”مگر جواب دیکھئے تو ذرا ہم ملکہ غیر کریں۔۔۔ ایکے

”کیا۔۔۔“ وہ جعل کے بل چیخ۔

”مجھے کی کوشش کیجئے حضرت۔۔۔ وہ دراصل اپنے شریحی کی ہیں۔۔۔ وہ بہیت اس کی رگ رگ ہیں کوٹ کوٹ کی بھری ہری ہے۔“

”استغفار اللہ۔۔۔ تم بیویوں کی زبان سے ایسی بکار سنتے کی تاب لا سکتے ہو۔“

”نہیں لا سکتا۔۔۔ یقین کیجئے تاب میں بھی نہیں لا سکا تھا اسی لئے تو کھانپیوں کا درودہ ڈالنا پڑا۔“

”جانتے کیا ہستے ہو۔۔۔ ایسے میں کہتا ہوں طما پختے کیوں نہیں مارا؟“

”ایسے کیا آپ کا مطلب ہے میں چانسٹا مارتا؟“

”اور نہیں تو کیا۔۔۔ مرد کے سامنے عورت مسلمان کی شہزادی اسی شریحگتی کرے تو اس کی زبان لکھنچ لیتی چاہئے۔“

”وہ صرف عورت نہیں ہے مولانا۔۔۔ وہ میرے سامنے کی ہیں بھی ہے۔“

”پھر؟“ دھڑکتے۔

”پھر تو پھر۔۔۔ مم مطلب یہ کہ اس بخی معاشر پر کسی اور وقت کھٹکا کریں گے۔۔۔ مجھے تو آپ یہ شجاعتیجئے کہ مولانا مودودی کے منقول الفاظ میں کفر و اہم تردد کا فتویے کس کو نہیں میں دیکھ لیا ہے کہ میں نہ بہت کوشش کی مگر پڑھا جائیں تک نہیں ملتی۔“

”ہوں۔۔۔ یہ تو ہم ابھی غور کر کے بتائے دیتے ہیں“
انھیوں نے دوبارہ اخبار پر توجہ مبذول نہیں۔

میرے لئے انتظار کے لمحے بڑے شریح تھے۔ دل سے دعائیں نکل رہی تھیں کہ اے اللہ۔۔۔ ایسے اس نیک بنائے روحانی پر علم غیب ملکشت فرا۔۔۔ دراصل مجھے یقین ہو چلا تھا کہ علم غیب کی مرد کے بغیر مولانا مودودی کے فقروں سے وہ گوشنہ مکون ہر آدمی نہیں کیا جا سکتا جس پر مولانا بی بادی کے تصریب کی عمارت اٹھی ہے۔

”یہ دیکھو“ رحمانی صاحب کی پرستیت آوارہ بھری ”مودودی کیہتے ہے کہ تم مسلم لیگی کی حمایت نہیں کریں گے چاہے

”دھھلے۔۔۔“

”جاوہیں اب ہمیں داروغہ ماحیے ملنا ہے۔
اکھوں نے خاص طور پر یاد فرمایا تھا۔“

”یر قوڑی خوشی کی بات ہے۔ آپ کمیں تو میں شی
بیوی کی ریپ لکھ دادوں۔۔۔ نہیں میں شورہ لچھتا تھا۔“
اکھوں نے تن نظروں سے بھجے گھورا۔ اس نذری
میں شکر و ٹیکی ملے رہا تھا۔

”اچھا۔۔۔ تو اب مجھ سے بھی تم سخن کرو جے۔“

”تو یہ تو ہر جناب۔۔۔ میں آخر اور کردن بھی کید
آپ کی ذات سے طڑپی امیدیں تھیں کہ میری سر خود فی
کا سامان کریں گے مگر۔۔۔“

”اُن بان بہت ہوئی الگ مگر۔۔۔ میں اب چھلنگی۔“
چھوڑپڑا سے گئے تھے۔۔۔ چھراہٹ کی وجہ تا پر یہ
ہی ہمہ ان کے اندر وین خانہ سے ریڑلی کی آواز چھڑائی
شروع ہو گئی تھی۔

”ساری کیا کوئی جو روی نہیں کی۔۔۔ میا رکیا تو درنا کیا
یہ خدیت محلے سکنیج آ کر ریڑلی پس سے پڑت جائے

ہیں۔۔۔ اُرسے او عبد الرحمن۔۔۔ ہر زور کہاں ہر کیا۔
دیکھئے میں ہی جا کر اس خرافات کوہن کرانا ہوں۔“
”چھوڑپڑیے بھی۔۔۔ اس گائے سے کافی ڈھاڑی
بن جھتی۔۔۔“

”کیسی ڈھاڑیں؟“ دے غالباً ردمیں کہہ گئے۔

”بات یہ ہے مولانا۔۔۔ غیر مٹا تھی۔۔۔ ابے
ہاں ایک تکلیف آپ کو زور دینا چاہتا ہوں۔۔۔ داروغہ
صہارے کے دستیے سے جلدی سیمدٹ کے دلوادیجھے۔۔۔
”مشکل ہے۔۔۔ آپ براہ راست درخواست
دیکھ جائیں کریں۔“

”یہ آپ کہہ ٹھیک ہے ہم ہولنا۔۔۔ حالانکہ آپ ہی
کی کتاب ”تسیلہ پر کھڑو“ پڑھ کر میں تو سل کا قابل ہوا
ہوں۔۔۔ اگر اللہ میاں تکے دربار میں بغیر تو سل کے دعا
کی ششوی اُنہیں تو سیمدٹ خالی درخواست سے کیسے

مل جائے گا۔۔۔“

”فضیل باتیں کرنے ہو سمجھی لوگ خواتین
دے کرے رہے ہیں۔۔۔“

”لے رہے ہوں گے مگر مجھے تو کامیابی نہیں ہوتی۔۔۔“
”تم نے درخواست دی تھی؟“

”جی ہاں۔۔۔ دس کٹلوں کے لئے درخواست گزاری
تھی مگر منتظر ہی ہوتی صرف دو کٹلوں کی۔۔۔ باپ دائی
کامکان بیٹھا جا رہا ہے۔۔۔ چھٹیں چھٹیں پڑھکی ہیں۔۔۔ راجے
تحمیڈ لگوا رکھا تو اس نے بتایا کہ دس کٹلوں سے کم ہیں کام
نہیں چلتے گا۔۔۔“

”ستغفار اللہ۔۔۔ جب دس کا تحمیڈ لگا تھا تو تھیں
کی درخواست کیوں نہیں دی۔۔۔“

”یعنی ڈھانی لگت جھوٹ!“ میں نے حیرت سے
آنکھیں چھاڑیں۔۔۔

”جھوٹ نج کیسا۔۔۔ جب معلوم ہے کہ مطلوب مقدار
سے ادھار ہتھی ملتا ہے تو دنگنے لگنے کی درخواست دینی
ہی چاہئے۔۔۔“

”یہ بھی کر جکا ہوں۔۔۔ جب دس کی درخواست پر
دوستے تھے تو ایک اندر درخواست یعنی لکھ میں کی تھی کہ آٹھ
کٹلوں کی اچھی اور ضرورت ہے لہذا میں کٹلوں کی منتظری
خطا فراہی جائے۔۔۔“

”ہاتھی۔۔۔ اکھوں نے قہقہہ اٹایا“ کیا
یعنی لکھ بھی دیا تھا؟“

”جی ہاں۔۔۔ میری بیوی نے کہا تھا کہ الگ تم نے غلط
بیانی کر کے یہ منٹ حل کیا تو میں سارا کا سارا انعامی میں
بہادری کی۔۔۔ دہ دہاں ہے بہادری میری تو زندگی بر باد کر کے
روکھی ہے۔۔۔“

”تم چڑیاں بیس تو سترم نہیں آتی بیوی کی خلافی
کرتے۔۔۔“

”جی ہاں۔۔۔ پڑھو جو طریقہ کرنے دیتے۔۔۔ مگر ہم
دیکھئے آپ ہی اپنے اٹاکے آٹھ کئے دیتے۔۔۔ آپے

مختار۔ اتفاق ہے کہ آٹھ گھنٹوں کے انتظار میں وہ پہلے نئے ہوئے دو بھی بھی پورے جاوے تھے۔ کئی جھینے ہوئے جب غریب خاتون کا اکٹھ کر دھنگا تھا۔ وہ سرے سکرے کی لیوار میں دراڑا آگئی تھی۔ خصل خانے اور باور جی خانے کا حال بھی قیم تھا۔ سوال اٹھا کر مرمت کیسے پڑھیں اور کہیں کس تو خالی پورے ہیں۔ راج نے بتایا تھا کہ متم مرمت پر کسے کم دس لکھ تو سمنٹ ہی کے لگ جائیں گے۔ مزدوری الگ رہی۔ ملائی نے نہ جانے کس کوئی آخر سے سوچ رہی تو برآمد کر کے پیرے ہوا نے کئے تھے کہ سمنٹ خرید لاؤ۔ میں ان دونوں بے حد ضرورت مند تھا۔ کئی لفڑ اور تاافت خونگ کے سلسلے میں صورتی مرجع سے تقریباً اتنی روپے لیکر خرج کر چکا تھا اور اب وہ بھی تھا خونوں پر تقاضے کر رہے تھے۔ سمنٹ گیا تھم میں۔ اصلی ان کی تاک پر مائے۔ البتہ ٹش کٹوں کی رخواست ضرور تکمیل میں داخل کردی اسے شیخ میں دو کٹے ہاتھ لے۔ ملائی نے کہا کہ لاڈ باتی روپے بھی واپس کرو۔ میں مواد سے رونگ بے خود رونگ کے اور کیا عذر لائے۔ فرمت ہے جنگ رہی۔ گرفتار ہے جنگ میں یہم میان بھی ہاٹھ پر استعمال نہیں کرتے فقط آہوں اور آنسوؤں کی مادہ چوتھی ہیں۔ پہفت کامیابیں زخم نہیں دالتا بلکہ اٹاڈاں دلخواہ کا عبارد ہو کر مثل آئندہ بنادیتا ہے۔ الحمد للہ خانہ بھی کا دیدر بخیر و حافظت گزر گیا مگر جب ایک دن اس کے بھائی نے کہا کہ مکان کی مرمت کیوں نہیں کرائی جاتی تو مجھے سو فیصد بی تھیں ہو گیا کہ اب یہ بہن اپنے بھائی سے مرجم شور و پوس کا رد تاریخ تھی اور مجھے شہر چھپر کر جانا پڑے کہ مگر خدا ہوانا اشرف علی کوچ اور حفت میں جاگردے شاید اخفی کی کتنا بیوں کا اثر ہے کہ اس نے یہ واقعہ گول ہی کر دیا اور فقط اتنا کہا کہ روپوں کا انتظام نہیں ہے مرمت کیسے ہو۔

اٹھے روز ملائی کی زبانی یہ خوش خبری سنتیں آئیں اس کے بھائی نے شور و پے بھجو اور یہ میں اور سمنٹ منکا لیا جائے۔ راج مزدوروں کی اجرت بھی وہ خدا ہی ادا کر دیگر میں نے کھٹ سے کہا اٹھ و پے جلدی سمجھو دو سمنٹ خرید

تو غالباً پچھلے ہی جھینے چاہس کے طبقہ کی طبقہ میں اکٹھے تھے۔
”تمہیں کیسے معلوم ہوا؟“ وہ ترپ کر دیے۔
”رام ناٹھ تبارہ تھا۔ وہ تکمیلدار کے پیش کا کارکارہ دستور ہے۔“

”کم۔۔۔ اسے بھائی وہ تو میں نے اپنی ضرورت کو حاصل کئے تھے۔ خالقاہ میں کوئی مکرے بنتے ہیں۔“
”جی ہاں بے تک بینے ہوں گے۔۔۔ نیکن مولا۔“
میں نے رازداری کے انداز میں کہا۔۔۔ پندرہ کٹے آپ نے چودھری گلفام کو غایتہ فرمائے ہیں۔۔۔ آٹھ ہیں بھی عدایت فرمادیں۔
ان کے تھے پر ایک سایہ سا گلزار گیا۔
”تم سے کس نے کہا؟“ ان کی آداز میں کاظم ہمانے کانداز رکھا۔

”بھودھری گلفام کی بیوی سلطان سے ذکر کری بھی سلطان میری خالق کے سلے ہمیں کی پھوپی زاد ہے۔“
”چھوٹ بولا اس حرف نے۔۔۔ ہم نے ضرف بارے کٹے پیشے تھے وہ بھی بھودھری کے سخت اصرار پر۔ اس کی چھت بھی جاہر ہی تھی۔“

”جی ہاں جی ہاں۔۔۔“
”لیکا جی ہاں جی ہاں۔“
”یعنی آپ ٹھیک ہی فرمائے ہیں یعنی گلفام نے میں کٹوں کا چھوٹ بولا۔۔۔ مگر مجھے تو صرف آٹھ کی ضرورت ہے۔۔۔ بڑی بہر میان ہو گی اگر۔۔۔“
”بھی بہت پریت ان کرتے ہو۔۔۔ خیر نہ بھی اپنی ضرورت پوری کر لینا۔۔۔ کیا کریں ہم سے تو یہ مردی نہیں بھرنی جاتی۔“

”شکر پر شکری۔۔۔ خدا آپ کی قبر کو نوہ سے بھر دے تو کس وقت لے جاؤں؟“
”لے جانے کا سوال نہیں۔۔۔ ہم خود رات میں بھوڑا دیں گے۔۔۔ میں تم شام تک نیت بھجو ادد۔“
”بالکل۔۔۔ خرید“ میں خوشی سے پھولائیں سوارہ

"یہ بھی قبلہ۔" میں نے نہایت فخر پرست سے دس دس کے ساتوں نوٹ مولانا رحمانی کے ہاتھ پر کھدیتے ہی کیا۔ صرف سترا! انہوں نے بڑے سکھرے لیجھیں کہا۔

"جیاں دوڑھائی جو کچھ بھی وہ آپ مجھے غایبت فرا دیں۔۔۔ جی کیا فرا یا صرف سترا!" میں خونک اٹھا۔ "اور کیا۔ تم نے تو آٹھ کے طلب کئے تھے۔"

"لے لئے اسی لئے تو ستر لایا ہوں۔"

"تم پوشاں میں بھی ہو۔۔۔ یہ کیا الغیرت ہے کہ ہر بات میں مذاق کو دخل دیتے ہو۔۔۔ انھیں خاص اصرار اور آگیا تھا مذاق کیسا مولانا۔۔۔ گیادس دس کے سات نوٹ مذاق کہلاتے ہیں؟"

میں ان کے طرز عمل پر حیران تھا۔

"مگر اس کھاگتے ہو تو تم انہوں نے جھلک کر نوٹ میری کوڈ میں پھینک دیتے ہیں۔۔۔ یہ تو پانچ کلوں کی بھی قیمت نہیں۔"

"ارڈا لام۔۔۔ مولانا اب آپ خود ہی مذاق پڑا تو آتے۔۔۔"

"میرے پاس فضولیات کے لئے وقت نہیں" وہ اٹھنے لگے۔

"ایسے ائے جواب۔۔۔ ذرا اٹھیری ہے تو میں آپ کا طلب نہیں بھر رہا ہوں۔۔۔ کیا کھینص معلوم نہیں کہ بازار کی شرح فی کوئی پندرہ روپیے ہے؟"

"پ۔۔۔ پ۔۔۔ درہ روپے۔۔۔"

میں فرط استعجاب میں ہکلائے ہر مجموعہ ہو گیا۔ "اور کیا۔۔۔ میں نے تو خال کیا تھا کہ جلو مہارا کام مکل جائے گا۔۔۔ مگر دنیا میں ناٹکری ہی ناٹکری رہ گئی ہے۔۔۔ تو کیا جو دصری گلquam کو بھی آپ نے اسی بیٹھ سے دیئے ہے؟"

"نہیں تو کیا وہ ہمارا چیا لگتا ہے۔۔۔ خوب بھجو لو اپ تو۔۔۔"

خربید لاوں مگر وہ اس بار محنت اپنے بھی کہنے لگی اک جب آپ درخواست کی منظوری کر لیں گے تب روپے دوں گی۔۔۔ میں نے کہا کہ اچھا تیسیں روپے تو مجھے دے ہیں دوستی کا کافہ آٹھ روپے کچھ پیسوں میں آتا ہے۔ آٹھ کے لئے مشیر بہت کافی ہوں گے۔۔۔ میں فضول بیکھر رہتے سے کیا فائدہ۔۔۔ اس نے پہنچ تو انکار کیا اگر جب میں نے اخراج وزاری کی تو مان گئی۔۔۔ عورتوں کی ذہنی کیفیات کو سمجھنا آسان نہیں۔۔۔ جب یہ تیس اٹھ روپے رہی بھی تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھی تھے اور ہونٹوں پر بتسم بھی۔۔۔ میں نے وجہ نہیں پوچھی تھی کیونکہ اندر یہ تھا کہ میں

پوچھ کے چکر میں اس کا ارادہ ہی نہ بدل جائے۔۔۔ مشتری پر سینٹ کرتے جمع نہ ہوتے تو مولانا رحمانی سے درخواست ہی کی نوبت نہ آتی۔۔۔ وہ سچ گئے تھے یہ بہت بڑی بات تھی۔۔۔ دل ہی دل میں رشک کر رہا تھا کہ دیکھوں تھا اے ایسے ہوتے ہیں۔۔۔ کتنی جلدی بخاروں کو مجھ پر حجم آگیا۔۔۔ پوسکتا ہے اس حجم کی ایک وجہ بھی ہی ہو کہ میرے پیر بوقت مرد حسن الدل علیہ کے بھاری داماد ان کے دادا پیر کے چیز اور بھائی لگتے تھے۔۔۔ روحانی سلسیلوں کے ڈبلو کو سنائے طریقت کے سالکین بڑی اہمیت دیتے ہیں۔۔۔

مولانا رحمانی کے حسن مردت پر عرض عن کرتا میں ھسر پہنچا تو ایک سنگلاخ مرحلہ ملا اس کو لیقین دلانے کا طکرنا پڑا۔۔۔ وہ سیئے دینے پر آمادہ نہیں تھی۔۔۔ اس کا خال تھا کہ میں غلط گوئی کرو رہا۔۔۔ مشکل تماں جب میں نے اس کے سر کی قسم سکھانی تب اس نے ستر نکال کر دیتے اور میں بھاگ بھاگ لو گنا۔۔۔ مولانا رحمانی نے ازرا و غایت یہ بھی منظور کر لیا تھا کہ اگر میں اکب بھنگتے کے اندر اندر میسے لے آؤں تو دو داروں غم حصنا سے ملنے بھجوئے خر کر دیں گے۔۔۔ راستے میں یہ حساب بھی میں نے لگا ہیں کہ ایک سکھ اگر لو رے سارا ہے آٹھ کا بھی ملا تو دو روپے پھر بھی رجھ ہی جائیں گے۔۔۔ آٹھ آنے ڈھلانی کے سمجھ لو پھر بھی ڈیڑھ ہی۔۔۔ ڈیڑھ میں کتنی ضروری کام ہو سکتے ہیں۔۔۔ "بلیں بیڑداد" کا ہکٹ خربیدا جا سکتا ہے۔۔۔ پاسک شو کے کئی پیکٹ آسکتے ہیں۔۔۔ دغیرہ دغیرہ۔

انہوں نے ہر دو مریدوں کو رخصت کر دیا تو میری طرف متوجہ ہوئے۔

"صرف چند منٹ یوں گاصوونی صاحب" میں نے ان کے بگٹے پوسے ہوڑکی رعایت سے کہا۔ "ایک آپ ہی پوئے شہر میں شکل کشarde گئے ہیں ورنہ ہرگز رخت نہ دیتا۔"

ان کے چہرے پر نور سا پھیل گیا۔ کٹے پیور ٹھیک پڑ گئے۔

"فریائے کیا خاموش کر سکتا ہوں۔"

میں نے صدقہ جدید سامنے ڈالا۔

کوئی پانچ منٹ بعد وہ فرمائے تھے۔

"مودودی کی بھی حرکتیں ہیں۔ اخبار کا تبصرہ بالکل برجھے ہے۔"

"مگر قبلہ وہ نہیں مانتی۔ یعنی وہ میری بیوی۔"

"کیا نہیں مانتی؟" وہ غریب تھے۔

"وہ کہنی ہے کہ جو کچھ مودودی صاحب نے کہا ہے اس میں کسی پارٹی یا اس نے رکن کو مرتد اور کافر قرار دیتے کاشا نہیں تھے۔ میں نے بہت بھایا کہ مودودی صاحب کی صفائی پیش کرنے والے ہم میں جاتے ہیں مگر وہ منطق اڑاکر ہے۔"

"آپ کی شادی غالباً تجھی والوں میں ہوتی ہے؟" انہوں نے لفظ تجھی اس انداز سے کہا جیسے مینڈ چبھے ہوں۔

"جی یاں بھی شامت اعمال ہے۔"

"پھر تو کوئی ملاج نہیں۔ وہ بہت کے جراحت میں خاندان کی رگ رگ میں ملائے ہوئے ہیں۔"

"لیکن گاصوونی صاحب وہ خو غالت نے کہا ہے ناک" صحبت طبع تراطیخ کرنے۔ تو فتنہ فرمیری ہوئی بھی گدھوں کی چراگاہ میں جاہر ہے۔ اب دیکھ لیجئے لاکھ زور لگاتا ہوں کہ مودودی صاحب کے الفاظ سے..." "مودودی کو صاحب کہتے ہوں" انہوں ناخوشگوار

پندرہ کا بھی مل رہا ہے۔ بھر کسی بجا وہ نہیں سمجھتا۔" اندرون خانہ کا ریڈی یو بڑے دردناک سروں میں الپ رہا تھا۔

بھی خود پر بھی حالات پر رونا آیا

آپ تاڑکھا ہے ہوں گے کہ مل خلط بحث کرتا ہے۔ کہاں مولانا دیابادی کا صدقہ پارہ اور کہاں سمجھت کا کالا بازار۔

عرض یہ ہے مولانا کہ بندہ گاہے گاہے مولانا مناظر احسن گیلانی بھائی کت میں دیکھتا ہے۔ وہ خدا بخش خلط بحث کے امام تھے۔ ان کی وسعت مطالعہ اور لکھت معلومات کا جواب نہیں مگر خلط بحث کا بھی جواب نہیں۔ لیں جب تھیں ان کی کوئی کتاب پڑھی تھی میں کم دیش ایک ہفتے تک خلط بحث کے جراحت بھائی میں کلپلتے رہے ہیں۔ ایک مرتبہ توہاں تک ہوا کہ کتاب ختم کر کے چاہتے پہنچ ہوئی میں تھا لاجائے اور قلبی کے برت کا ایک ساخنہ اور ڈر دے بیٹھا۔

"تلقی کا بروف! " بیڑا چونکا" صاحب توبہان نہیں مل سکے گا۔"

"تو ہرگز کاموں اور تجھے اؤ۔"

"کیا آپ چائے اور اور تجھ ساٹھ بیٹھیں گے" اس نے طرستے درستے استفسار کیا۔

ہاں۔۔۔ سہیپ۔ اسے نہیں لاجیل والا قوتہ۔۔۔ صرف چائے لاؤ۔"

تو حضور آدم برس مطلب۔ امیدوں کا مجھ ساوادی اب نقطہ صوفی رازدان رہ گئے تھے۔ وہ بھی مودودی صاحب سے بہت خفا ہیں۔

لے مگر اس حال میں کہ اپنے دُشمنے مریدوں کو کشف اور اساقۃ باطن کے اسرار سمجھا رہے تھے۔ مجھے آنادیکا تو چہرے برنا گواری کے آثار ابھرے۔ میں ادیب گئے میں جانبھدا اور تنقیر بارادس منٹ بعد

پتھر پڑے گی ہو۔
اور کیا۔ ہم نے منلے ہے اس کی عرضکل سے تین جالیں
کی ہو گئی۔

”مُمْ لَمْ قِيلَهْ“ پھر سال تو آپ ہی کافتوں ایکٹھے
بیس چھاٹھا کر مودودی نے اخبار میں اپنی خود کی ہے اس
اس کی پیدائشی اور بھی لوڑ علی بوز ہو گئی۔
”پھر“

”تو فوٹو تو آپ نے دیکھا ہو گا۔ اس میں ایک بانش
کی سفید راڑھی تھی۔“

”اسے دارڑھی کا کیا ہے۔ یہ دلپ کمار وغیرہ تو
اکثر مصنوعی دارڑھی لگا۔ اخ... ہیں...“
کیا ہوتا ہے لچندی کا میلہ وہاں ہم نے خود مصنوعی دارڑھی
میں پھیس بکھر ہیں۔“

یہ سارے اتنا ڈول انگریز خاکہ فرط خودی میں
میرزا ہاؤان کی دارڑھی پر جا پہنچا اور جب تک وہ ”کیا کیوں
ہو کیا کرتے ہو“ کا اندرہ لگائیں میں خاصی طاقت ضرف
کی کے اہمیان کر کچا خاکہ کم سکم ان کی دارڑھی مصنوعی
نہیں ہے۔ انہوں نے پاس رکھا ہوا حصہ اکامہ کریمی
کھوڑی پر سید کیا۔ یہ الگ سچ مج شاستہ پر جا ڈلتا تو
محج و صیحت کی بھی ہلت نہیں مگر وہ ہواں ھوم کر
خود ان کے شانے پر ڈلا در ہائے کر کے وہ چیخ کو اولٹے
اب سوائے بھائی کے کہا چاہے ہا۔

رات کے کھانے پر دعٹا ملان نے ایک بات
چھیڑی۔

”آپ ایک دن کی کتاب کے جوالے سے بتا سمجھے
تھے کہ خارجی لوگ بحد عابد زاہد تھے۔ اسے تقویٰ کے
ان کے بدن سوکھ گئے تھے وغیرہ وغیرہ۔“

”ہاں ہاں تو پھر؟“

”مگر پھر بھی سب علماء خیس مردود قرار دیتے ہیں“

”لئے دد۔ یعنی؟“

”اس کا مطلب یہی تو ہوا کہ ایسی دینداری کا کوئی

ہجھ میں ٹوکا۔

”موری۔ دیری موری۔ مخصوصی صاحب یہ
لفظ میں ایک اور معنی میں یوتا ہوں۔“
”کیسے معنی؟“

”جی بان۔ وہ... یعنی یہ تو آپ جانتے ہی ہیں
کہ ”صاحب لوگ“ فرنگیوں کے لئے بنتے ہیں...
جی بان اس میں اسی معنی میں...“

”اوہ... اشا راللہ...“ وہ بکھر اٹھ۔

”آپ جانتے ہی ہیں اتنا الاعمال بالنیات“
یہ فرخ سے سینہ تاں کر کہا ”خیر تو میں عرض کر رہا تھا کہ
خود مجھے بھی مودودی صاحب کے الفاظ میں تصریح کی جس ط
ہمیں مل رہی ہے۔“

”میاں صاف تر ہے کہ جماعت اسلامی حمایت نہیں
کر رہے گی جاہے مسلم لیگ کتنا ہی دیندار ہے۔ یہ گو بالکفر و
ازنداد کا فتویٰ قویے۔“

”بالکل ہے۔ مگر وہ ملائیں کی محی طریق طرا رہے۔
وہ کہنے گی کہ پاکستان بننے سے پہلے کانگریس اور مسلم لیگ
دو نوں ہی طرف ٹڑے ٹڑے علماء تھے۔ کانگریسی مالمکہ تھا تھا
کانگریسی امیدوار کو ووٹ دو جائے وہ مندرجہ سلسلہ یا
ناستک ہی کیوں نہ ہے۔ ناستک مجھے ہی نہ آپ؟“

”ناستک... شاید ایک ضلع کا نام ہے۔“

”جی وہ نام لیکے۔ ناستک ملکہ کو کہتے ہیں۔ مسلم لیگ
عالم کہتا ہا کہ کانگریسی امیدوار کو ووٹ متوجہ ہے
وہ مولانا حسین احمد ہی کیوں نہ ہوں۔ ایک بہت

ٹرے کا نگری طلب ترہاں تک کہہ راتھا کا اگر خواجہ
حضرتی کانگریس کے امیدوار ووٹ نالگیں تھے تو ہم یعنی ٹھنڈا کا دھا
دیں گے۔ تو کیا رسپ کفر و ازنداد ہی کے قوی تھے؟“

”کن لوگوں کی مثال دیتے ہیں۔ اسے کہاں راجہ بیج
اور کہاں گنگا تھی۔ مودودی ایک تو پاکستانی ہے دوسرے
بدین ہے تھرے پچھے ہے...“

”پچھے!“ میں اس طرح اچھلا جیسے سانچے کچھ پر

کے لئے ذہنی ہم آہنگی غلاش کی جائے گی۔“

”ختم مر — معزز حکایوں۔ آپ اپنے شوہر کو

پاکستانی جاسوس مثبت کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

مولانا مودودی کی حمایت میں یہ دھوان دھار لفیر شوہر اور بیوی دو نوں کا طبیر غرق کر دے گی۔“

”ڈسے وہ جس کے دل میں چور ہو۔ میں بوجھنی

ہوں یہ آخریات کیا ہوئی کہ اگر مولانا مودودی اصولی

اختلافات — عقائد کے اختلافات نہیں اصولوں

کے اختلافات کی جام پر کوئی نیشن سلم لیگ کی سیاسی

حمایت نہ کرنے کا اعلان کرتے ہیں تو مولانا دیادی

زبانے کس ترکیب میں کفر و ارتداد اور ترک اسلام کا

رومانے بیٹھتے ہیں۔ کیا ترک ہوا۔ کیا جوڑ لگا۔ آخر

کوئی توجہ نہ رکھتے۔“

”ہمیں کو مولانا رحمانی اور صوفی راندان دوں

نے یہ بتایا ہے کہ مولانا دیادی کا بصیرہ برحق ہے

اب کیا تم ان سے بھی تزادہ عقائد ہو۔“

”یہ لوگ اس لائق میں کہ ان برمٹی کا تسلیم چھڑک

کر آگ لگادی جاتے۔“ اس کی آنکھیں شعلہ پر سا

رہی تھیں۔ چہرہ لال بھجو کا ہو گیا تھا۔ ”کوئی نیشن سلم

لیگ چنان اقدار پرست اور طالع آزماؤگوں کی جمعت

ہے۔ اگر اس کا کوئی رکن خیر سے زاہد عالمی بھی ہو تو

اس سے اُس نزول میں کیا تبدیلی و تفعیل ہو گی جس کی طرف

اس کے اصول و نظریات سفر کر رہے ہیں۔“

”ضرور ہوگی۔ بزرگ لوگ عملیات وغیرہ جانتے ہیں

جس اور سہزاد بلاء ہوائیں اور چاند سوچ تک ان کے

بقیتی میں ہوتے ہیں۔“

”مولوی رحمانی سے بڑا یاد گو تو شاید ہی سوچوں کیس

کوئی نکلے۔ یہ اپنے گرماں میں مختلط کر نہیں دیکھتے

کہ ہمارے مولانا مودودی کی تخلافت میں زبان اور تسلیم

چلاتے ہیں۔ کیوں؟ آخر کس لئے۔“

”خوشی ان کی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ جماعت اسلامی

مقامیں جس کا طھا نجی صحیح نظریات و عقائد کی روح سے خالی ہو۔“

”اچھا تم مولانا مودودی کی وکالت کرو گی۔“

”مولانا مودودی کی نہیں۔ سچائی اور انصاف کی۔

— یہ بات تو سو فیصدی بے بنیاد اور ہوا تھی ہے یہی کہ مولانا

مودودی کے جس بیان کا تعلق رائی برداشتی کفر و ارتداد کے

نحو سے نہیں تھا اسے مولانا دیادی کی سقطی بھی نہ

خواہ تجوہ باقاعدہ تھا۔ میں لہتی ہوں بات ہی مولانا

مودودی سے دی ہی ہی ہے جو دنیا کے تمام عقول کہتے آئے

ہیں اور اسی پر ساری دنیا کا عمل ہے۔ کیا آج بھی جمیعت العلما

تک بزرگ یہ نہیں کہتے ہوئے کہ کانگریس کا ساختہ دو

کانگریسی امیدوار کی جھولی میں وظٹ ڈالو۔ اپنیں اس سے

کوئی بحث نہیں کہ کانگریس کے بال مقابل جو شخص کھڑا

ہونے والا ہے وہ ذاتی طور پر اچھا ہے یا پرانا۔ فاسن ہے یا

عادل و زاہد۔ دنیا سے کوئی مطلب ہے کہ کانگریس جن امیدوں

کو کھڑا کرے گی وہ نیک ہوں گے یا بد مسلمان ہوں گے یا

ہندو۔ خائن ہوں گے یا دیانت دار۔ وہ تو اپنے الپے

جائے ہیں کہ کانگریس کے باقاعدہ ضبط کر دے۔ اسکا مطلب

اس کے سو ایک سے کہ فو قیمت اصولوں کو دی جائی ہی ہے۔

”وقیمت کا اس سچھا اصولوں ہی کو سمجھا رہا ہے۔ کانگریس جن

اصیل و نظری پاری سے تو عبارت ہے۔ آپ کانگریسی امیدوار

کے بال مقابل جدید و شبیلی کو بھی قبروں سے نکال کر کھڑا

کر دیں تو جمیعت العلامہ کا پچھے بھی ہے کہ کانگریسی امیدوار

کو جاتا۔ جنیں وہی کوہراہ۔ ایسا بارہا ہوا ہے کہ کانگریسی

امیدوار ذاتی حیثیت میں سوائے ”جادار“ کے بھی کھٹا

اور م مقابل ذاتی کردار اور ابھی ثہرت کے اعتبار سے ب

کھٹھا کو جمیعت العلامہ کی عالم کی بھی نشان آپ پیش ہیں

کر سکے کہ اس نے ان ذاتی حیثیتوں کا لحاظ کر کے اپنا

سرمن بدلایا ہے۔ اور جمیعت العلامہ ہی پر خصوصیں۔ دنیا

میں ہر جگہ تہشیہ بھی ہوا ہے اور یہی پرچا کہ بینا دی وقیت

اصول و نظریات کو دی جائے گی اور اجتماعی تظییں

”میرزا کو اور خیال ہے۔“ ملائیں نے بلیغ انداز میں کہا ”مولانا دریابادی کسی زمانے میں دہری بھی نہ ہے۔ خدا کا شکر ہے وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے اول بھگز اس مردہ دہریت کے لئے ان پر طعن نہیں کیا جاسکتا لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ یہی مردہ دہریت ان کے دماغ کی کسی لئی میں گہرے چھوٹ گئی ہو۔“
”یہ کیا بات ہوئی؟“

”آپ سوچئے۔ وہ قادیانیوں تک اسلام قرار دینے پر اصرار کرتے ہیں۔ اخیس غلام احمد پرور نکل کر فر پر واقع نہیں ہے۔ وہ ان شیعوں تک کوہمن لمنتے ہیں جن کے دین کا ہم تمہاروں خلفاء شاہزاد کو حاصلیساں دینا، احتجات المؤمنین کی بے تو فری کرنا اور حضرت علیؑ کو خدا بتاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام تعلم و فہم اور صالیحیت کے موجودان یکے تحت الشعور نے دین کے خلاف عفت اور کوئی جھوپی اہمیت تسلیم نہیں کی ہے جو واقعۃ النبی ہے۔ ہتھیار ایک دن بتایا تھا کہ اماں ابوحنیفہ حزن اور علیہ تو اس شخص کو بھی بر ملا کا فرقہ ارادتے تھے جو کسی ای نبوت سے دلیل نبوت طلب کرے اور دلیل معلوم کرنے سے قبل اس کے لذبیں شکر کرتا ہو۔“
”بھتیجا کا ذکر رہنے دو۔“ وہ تو قوالی کے بھی خلاف ہیں۔“

”مزید نبوت مولانا دریابادی کے اسی تصریح میں موجود ہے۔“ اس نے ہیری تعریض کاظمداد نکر کرے ہوئے کہا ”وہ بچتے ہیں کہ۔“ اب تک تو یہی منشائنا کہ مولانا مودودی کے ہاں معاشر انتساب صرف صاححت ہے۔“ بچتے۔ یہاں بھی مولانا دریابادی کے تحت الشعور نے صاححت کو عقائد و اصول سے الگ کر کے لیا۔ وہ تاشیمیوں کی طرح صرف کٹھوں سے تباہ سمجھ گی احتیار نہیں کر سکتے۔“
کبھی بھی ”صاححت“ کو معاشر اور صاحوں کے تھوڑی صاححت مرف دار ہی اور عالمے اور صوم و صملوں کی صاححت نہیں تھی بلکہ وہ صالیحیت تھی جو صحیح حقائق اور ضبوط اصولوں کی

کاظمداد و عقائد انجیل کے مضمون سے مغلکا ہیں۔“
”جلیں نکلے ہوں سے۔ لیکن مطلب تو یہی ہوا کہ خود ان سے نہ دیکھ بھی یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ مولانا مودودی یا جماعت اسلامی کا کوئی رعن کودار و عمل کے اعتبار سے کیسا ہے۔ جماعت کے اصول و نظریات ان کی دلیلت میں گراہ کن ہیں تو محالفت بھی ضرور کی جاتے گی۔“

”وہ تو کی جائے گی۔ تھمارے پیٹ میں کیوں درد اٹھتا ہے۔“

”کاش کوئی مولانا دریابادی سے وحشت اک سیاست کے دائرے میں جب کوئی جماعت کسی مردی جماعت کی حمایت نہ کرنے کے سلسلے میں صوبی اختلاف کا حوالہ دیتی ہے تو اس سے یہ بلوپوں والی بازاری تکفیر کا واپسہ نکل کجی آخر کہاں پیدا ہوتا ہے کیا ملنا مودودی نے یہ کہا ہے کہ ہمارا اختلاف توحید یا راست یا ایمان بالملائک جیسے عقائد میں ہے؟“

”کچھ بھی کہو مولانا دریابادی ایک مانے ہوئے مبشر ہیں۔ علماء ہیں۔“ وغیرہ وغیرہ ہیں۔“

”خود ہیں لیکن ہر شخص میں کھکھروں ہی ہوتی ہے۔ ارسطوی کہانی آپ ہی نے ساتی شکھی کہ ایک حسینی طریقے نے اس طور پر اپنے پر جھوک کر دیا تھا۔“

”کیا؟“ میں غرغا یا۔

”بات کھکھروی کی ہے۔ جس چیز نے ارسطو کو گھوڑا بنا یادہ لٹکی ہنس کھی وہ خود ارسطو کے اندر کی ایک کھکھروی تھی۔ اگر اسے خندگی سے خوار کریں تو یہ نکستہ ہے کہ اس کھکھلیں گے کہ ایک بلند پارہ انسان ہوئے کے باوجود مولانا دریابادی کے بعض تصریح سے اگر یہ کیوں ہوتے ہیں۔“ مگر فضول سے ہمارے سمجھ کی احتیار نہیں کر سکتے۔“

”میں اس وقت قطعاً سمجھ رہ ہوں بلکہ رنجیدہ بھی ہوں کیونکہ مولانا دریابادی کا تبصرہ برج ٹابت نہ ہو سکتا تو میرا نرس بریک ڈاؤن ہو چکے گا۔“

ہوں۔ مگر... چیلے چھوڑتے ہے۔
”نہیں کہہ ڈالو۔ مگر کیا؟“
”بہتر سے بہتر نہیں کا بھی ایک آدھ پیچ دھیلو رہ
سکتا ہے۔ یا ہماروں بھئے ان کی دنیکے فکر من عقل و
ذراست کے بے شمار مقام جل پر ہیں لیکن چند گوشے ایسے
بھی ہیں جن کے بلپ فیروز ہو گئے ہیں۔“
”مرتد ہو جاؤ گی۔ ایسی گستاخانہ باتیں کرتی ہو۔ اچھا
بس ختم۔۔۔ مرتد ایک لفظ نہیں۔ سارے مولوی
جاںیں جنم میں یہ لطنتے ہی رہیں گے۔“

(ملازمہ صحبت ہاتی)

ایمنہ حیرت سادہ و پور کار طنز کے مشہور نثر اعجائب
عبدالالمجید حیرت کا سخن بکام -
دل آویز۔ معیاری اور پر لطف۔ درود پے۔

مکتبہ تجلی۔ دیوبند (یونی)

فضیحہ مسلمین اور حج بیت اللہ
یہ دو نوں کتابیں صرف میں نے پیسے ڈاک خرچ
کیئے تھیں اور مفت طلب فرمائیں۔ پتہ:- ابوالمحاجر
اختری۔ معرفت ڈاکٹر محمد اسحاق۔ او جھیسانی
صلح پرالوں (یو۔ پی۔)

پاکستانی حضرت

سرہ درستِ مجفہ اور کتابوں کے
لئے براہ راست اس پتے پر آڑ دیجیں
مکتبہہ عثمانیہ۔ ۲۴۸۔ میانا بازار
پیر کالوی۔ کراچی

کو کہسے جنم لیتی ہے۔“
”خداد حم کرے۔ جھچھے ڈرہے کہیں تم جنس شریل دو
یہ خشک اور تھیجیدہ باتیں نواہیت سے بھلا کیا رابطہ بھتی
ہیں۔“

”ذاق اڑات جلتے گریں آسکے داغ سے مر عورت
کے کیڑے نہ نکال کر دم لوں گی۔ اور بیٹھے ایک تازہ ترین شال،
کھراجی کے فاسلان نے رسالہ ”خاتون پاکستان“ کے رسول نہر
پر تبصرہ کرئے ہوتے ہیں کی جیعت اس بات پر ظاہر کی تھی کہ
اس میں غلام احمد قادری اور غلام احمد پیر دینر دلوں کے
مضامین قلم و شرب موجود ہیں۔ اس پر ۲۰۰۰ تکہر کے صدقہ ہیں
مولانا دریا بادی بالکل بے محل طور پر مدن قال اور مقال
کی منطق پیش کریے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہیں تو اگر بالقرآن
جو جہل و جواہب کی بھی کوئی ہو گئی لعنت ہائے لگ جاتی تو خود
صرارت سے چھاپ دیتے۔“

”بات تو پتے کریے۔“ میں نے ہاتک لگانی۔
”پتے کی ضرور ہے مگر کیا پڑھ لگا۔ یہی ناکہ ذہنی کفر کہ
نفاق سے مولانا کو کوئی استکراہ نہیں۔ اسلام کے بیان دی
معقدات سے ان کا کوئی کھرا جذبہ باقی رہتے ہیں۔ وہ یوں
بولہب کی ہی ہوتی لعنت کو سڑا کھوں پر لینے کے لئے تیار
ہیں حالانکہ ایک زندہ ضمیر اور محنت میں شعور منافقت کی
آہستہ تکے کاپ اٹھتا ہے۔ میں نہیں سمجھتی الگ مولانا کے
نندیک ہر موقع پر یہی اصول درست ہے کہ نظر قول پر
رسہے نہ کر قائل پر تو پھر وہ ان دست آئی ایامت کے بالے میں
کیا کہیں۔ مگر جن میں کییری کوئی ہے کہ اے لوگوں ایسی باتیں کیوں
کہتے ہو جن پر تم عامل نہیں ہو۔“

”بابا معاف کرو۔ تم نے تو دماغ کا چھوڑا رانا دیا۔
سمجھیں نہیں آتا تم ایک آدھ بصرے کو کیوں لے بیٹھتی ہو۔
صدقہ میں وہ خضہ دیوں بصرے چھپتے ہیں۔ کیا یہ مولنا
دریا بادی کی بالغ نظری دینی جیعت، ترور نگاہی اور
حق پسندی کے شاذ امتہنی نہیں ہوتے۔“

”ہوتے ہیں۔ میں بڑے شوق سے انھیں پڑھتی

”دھنوت اتحاد“

مرزا رسول پیغمبر مدنیان

تعلیمات میں بھی اتحاد یا اہمی کو خصوصی طور پر محو نظر کھائی ہے۔ شلگھریوں اور مغلسوں سے محبت پیشوں اور لاداروں پر تتفق، اعزہ و اقراباً سے مرقت، مغلوں اور ریکسوں کی اعانت وغیرہ۔ اسلام کا کوئی فرضہ کوئی تعلیم اور کوئی پدراست ایسی نہیں جس میں اتحاد یا اہمی کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو یہ خصوصی استیلہ ہرن اسلام ہی کو حاصل ہے لیکن اس کے باوجود امت سملہ کی وجہ سے بڑی فوجی خلائق ہے کہ اپنے نسل کے ابتداء تک وہیں نفاق اور انشاہ فکر و عمل ہیں پسروں ہے روئے زمین پر کئی قبریں اور کئی مساجد اُبھریں اور اونچ کمال پر حاصل ہیں لیکن عدم اتحاد اور جانش عصیت کی بنی پر جلد ہی ہلاک، اور فنا ہوتی چلی گیں یہی وجہ ہے کہ ہم قرآن پارہ یا اتحاد یا اہمی کی اہمیت و ضرورت پر نہ دیتا ہے اور خبردار کرتا ہے کہ۔

تاریخ کے غاریک طالبوں سے ایسیں اس تفاق اور اتحاد یا اہمی کے دو ہوڑہ نظر آتے ہیں اولاً یہ کہ تاریخ کے دروان جب کبھی کفر اسلام سے ٹھکلہ پر سریکار ہوتا تھا تو نام امت سیدہ ہو کر اس سے ٹکر جاتی تھی لیکن تاریخ کوہا ہے کہ جب وہی کفسہ حق صفات کا مبارہ اور کرایا تو امت اس کے دام فربی میں یوں لگتی ہے جیسے ایک بھول چڑی یا کسی صیاد کے جال میں۔ ابتداء سے دشمن کا یہ وہ حسرہ رہا ہے جو سے آج تک امت اپنے اپ کو چاہ سکی اور سلسیل نفاق و اختلاف کا شکار ہوتی رہی۔

ثانیاً یہ کہ قلت علی کے باعث امت سملہ کی اکثریت فروعات و مکھلات کے فرقہ اور تیاز سے ہمیشہ قاصر رہی۔ یہی سبب تھا کہ چیز کوئی غیرہ بکے سر برداہ جو وی و قردوی اختلافات کی بنیاد پر دفتر قبور میں بیٹ جائتے تو زنا و انعامات

قوموں کے عدوی و ترقی کا زیادہ تراخصار افراد کے باہمی اتحاد و اتفاق پر ہوتا ہے کہی قوم اُس وقت تک رہیا میں سر بلند و سرفراز ہیں ہو سکتی جب تک کاس کے قام افراد ایک ہی شیر ازے میں مسلک نہ ہو جائیں ایک جسم ایک ہاٹاہی زین جائیں تاریخ کے عین سلطان سے پڑھ پڑتا ہے کہ قوموں اور ملقوں کے زوال و تسلط کا نازان کے اپنے افراد کے باہمی تفاق اور انشاہ فکر و عمل ہیں پسروں ہے روئے زمین پر کئی قبریں اور کئی مساجد اُبھریں اور اونچ کمال پر حاصل ہیں لیکن عدم اتحاد اور جانش عصیت کی بنی پر جلد ہی ہلاک، اور فنا ہوتی چلی گیں یہی وجہ ہے کہ ہم قرآن پارہ یا اتحاد یا اہمی کی اہمیت و ضرورت پر نہ دیتا ہے اور خبردار کرتا ہے کہ۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا
وَلَا تَنْفِقُوا وَآذِنْكُمْ فِي
يُنْهَمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ كُفْرُكُمْ
أَعْذُّ أَمْرًا فِي الْكُفْرِ يَنْهَا فَلَوْلَمْ
فَأَصْنَعْتُكُمْ بِيُنْهَمَةِ الْحَوَانِ
وَكُفْرُكُمْ عَلَى شَفَاعَ أَخْفَرَتْ
أُسْمَانَ الْمُهَاجِرَاتِ دُلُونَ بِرَبِّي
يُنْهَا اِتَّلِيقًا لَقَدْ كُفْرُ قُنْهَادَ
الْفَتَنَ بِدَارِكَرَدِي اور تم اسکی فرماد
(اسلام)، کی بدعت بھائی بھائی بن گئے تم (اپسیں کی عصیت کی بدلات، آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنار کو کھوئے تھے، اللہ تعالیٰ تم کو اس سے بچایا۔

اسلام میں قدر اتحاد یا اہمی کی اہمیت و ضرورت پر لود دیتا ہے اس کی نظر دیتا ہے کسی نہ جب میں نہیں تھا نماز، روزہ، مع اور ذکرہ و فرشتے فرانس کے علاوہ اخلاقی

کے سربراہ ماضی کی طرح چھڑا یک بار جزوی و فروعی اختلاف کی بنابری و طبقوں میں منقسم ہو چکے ہیں اور عامتہ المسلمين فروعی و مکملات کی تفہیق سے تامن تقليد نہیں ہے اپنے آپ کو د طبقوں میں تقسیم کر چکے ہیں۔

ایک طبقہ دوسرے طبقہ کے حالت مجاز قائم کر رہا ہے بعض علمی تعریب اور جامعی عصوبیت کا بناء پر کفرو والماکر فتنے سے جاری ہو رہے ہیں اسلامی اخوت و جماعتی چارگی کا ہم گیر جذب حضن جامعی داروں تک ہی تنگ ہو کر یہ گیا ہے کبھی دعوت دین کی طرف دیواری تھی لیکن آج جماعتوں کی طرف دی جائی ہے کبھی اسلامی دائرے کا پھیلاؤ و مقصود وجود اور حاصل زندگی تصور کیا جاتا تھا۔ لیکن آج ہمروں کی کثرت ایسی سب کچھ کمی جاری ہے اور کبھی وعظ و نصیحت کا مقصدا شامیت دن ہوتا تھا۔ لیکن آج عموماً ہر تقریر، ہر تحریر، ہر خطاب اور ہر اجتماع کی تہہ میں اشاعت جماعت پہنچ ہوتی ہے حتیٰ کہ ہر انفرادی ملاقاتیں بھی جامعی خود غرضیوں کے اثرات سے خالی ہیں ہوتیں۔

یہ طرز ٹھیک ان دو افرادوں میں رہا ہے جو اپنی بے اثر اور غیر منفرد بخش اور بات کو مقبول عام بتاتے کی خاطر خوبصورت، پچھے دار ہائوں اور دریہ ہبیب پیکنک کا سہارا لیتتے ہیں۔ ابتدأ ان کی دو ایسیں بک جاتی ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد جب ان اور بات کی حقیقت ظاش ہو کر عوام میں ان کی قدر گرتے لگتی ہے تو اُس کیساتھ ساتھ بیل کی قدر بھی لازماً گرجاتی ہے۔ اور آخر کار ایک دن بھی آجاتا ہے کہ جہاں پر وہی بیل عوام کی نظر ہو یہیں «شانِ نُو» بن کر رہ جاتا ہے۔

لہذا میں جماعتوں کے متعلقین اصحاب قلم، خطیب و عظیم اور مقررین سے یہ خلوص گزارش کروں گا کہ اپنی خدا و اد صلاحیتوں کو تشریع و احیائے دین کی خاطر استعمال کرنے کی پالیسی ترک کر دیں۔ یہ روشن انہیں خطرناک ہے نعمز بالشکیں ایسا نہ ہو جائے کہ ان جماعتوں کے ملتے ہر باتی مہفوگ رائے پر

ان فروعی اختلافات کو اصول و مکملات کا اختلاف سمجھ لیتی اور تقليد نہیں دو فرقوں میں بٹ جاتی اس کے بعد ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی نظر میں خارج از رین اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے دشمن جاں ہو جاتا تھا۔ تلواریں رونک میں آجاتیں اور تباخیں شترے جہاریں جاتیں اور ریختی ہی دیکھتے ساری امت مخالفت اور باہمی نزاع کی طوفانی نہ دیکھتے جاتی اور سیلاب انتشار میں یوں یہ جاتی کہ ۔۔۔ اسکارہن دیکھتے جاتیں ہر طرح نظروں میں بگھر جاتا۔ واقعی یہ امت اپنی تاریخ میں جس قدمہ جو ہی ثابت ہوئی ہے اُسی قدمہ ناران بھی واقع ہوئی اپنی کا کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں پرستائی نہ گئی ہو۔ اس کی تاریخ کیا ہے ایک پروردہ انساد ہے سرپا رنگ والم ہے۔ مجھڑا آہ و فغان ہے اسے کہیں خارجیوں نے فریب ریا ہے تو کہیں محترمیوں نے۔ کیس خلافی فتنوں نے دھوکا دیا ہے تو کہیں شید و سخی اختلافات میں کہیں سکر خلق قرآن نے اسے موت کے گھاٹ اُتارا دیا تو کہیں طلاق لھتا اور قاہر و جاہر خلافاً ہے۔ کہیں صوفی کے خلسہ تصور میں اسے شریعت کا باخی بنادیا تو کہیں انکار جو بیت کے سخالٹ نے کہیں بیگ دکانگریں کے پر فریب بغروں نے اسے پہکا دیا تو کہیں بریلوی و دیوبندی اختلافات نے اسے آج مسلمان دا اسلامی و تبلیغی جماعتوں کی رسائلیں جو ہی طرح آگئے ہیں۔ ایک دوسرے سے پہکائے اور پرائے ہوئے جارہے ہیں مسلمانوں کی اس حالت تاریخ ایک دن دل پچھنچنے لگتا ہے اور آنسو و امداد آتے ہیں۔ کاش یہ اٹھنے والے جانتے کہ ان فروعی اختلافات کے باوجود ہم سب ایک ہیں ایک ہی درخت کی مختلف شاخیں ہیں ایک ہی ساز کے مختلف نتیجے ہیں اور ایک ہی جمل کے مختلف محلوں نے ہیں اور ایک ہی منزل کی مست روان دوں مختلف کاروں، اور کاشیں یہ جاتے کہ ہم ایک دوسرے سے دست و گریاں ہوں ہیں بلکہ دست و بازو بنتا ہے ایک دوسرے کے لئے سبب تکلیف و خدوہ نہیں بلکہ یا اعث خیر و عافیت بتاتا ہے۔

لیکن افسوس کہ آج ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ آج زمباب

متعلّق عنوان

نقد و تبصرہ

(تبصرے کیلئے ہر کتاب کی وجہ دین آئی ضروری ہیں)

کھوٹے کھوٹے

آخرت کی وضاحت کرنے والی آیات الگی ہیں بلکہ اعمالِ حملہ اور اخلاقی حسنہ کی تعلیم و ترغیب والا حصہ بھی معتد بمقدار میں موجود ہے۔ ایک سرسری نظر میں آچاریہ جی کو اس کتاب کی تدوین کرنے والوں کو رکود داری حاصل کی ہے۔

لیکن ذرا اگرہائی میں اُتریتے تو چھ اور بھی کہنا پڑے گا۔ ہمارا خیال ہے دلوں کو جوڑنے کے جس پاکیزہ مقصداً سے انہوں نے پرستش اٹھائی ہے وہ کسی درجے میں بھی شاید ہی اس کتاب سے حاصل ہو۔ کتاب پڑھتے ہوئے ہم کبی نیمیں نہیں کریں گے تھک کر یہ مدد و نیکی کے لئے کوئی ہے اور کون اس سے کس سر کا فائدہ اٹھاسکے گا۔ اسی دوران خود آچاریہ جی کا یہ بیان کسی اخبار میں نظر سے گزر کر روح القرآن غیر مسلموں کے لئے ترتیب دی کی ہے تاکہ وہ اسلام بھیں اور اور سلم غیر مسلم ایک دوسرے کے قریب آئیں۔

مقدس الفیض ابراہما پاکیزہ ہے اور آچاریہ جی کے حینہت پر بھی شبکی ضرورت نہیں لیکن تعجب ہوتا ہے کہ ان جیسے دیدہ درس سے جس شرف نگاہی حکمت طرزی اور بالغ نظری کی تو قوی تھیں اس کی جھلکیاں کم سے کم ہیں تو روح القرآن میں خاطر خواہ حد تک نظر نہیں آتیں۔ باعستہ رنگ نیک کے چھوٹے شک اخنوں نے جن لئے ہیں جس کے تعلق سے انکی کتاب کو سبد گلرے شبیہہ دی جا سکتی ہے، لیکن ان چھوٹوں سے وہ کوئی ایسا گلدرستہ یا اپنیں بنا سکے جس سے ان کے اعلیٰ مذاق اور ہنرمندی کا بھر اور مظاہرہ پرسکتا۔ اور تو ادا اعلیٰ نے بھی خود نہیں فرمایا کہ بے شمار ترجم انہوں نے ایسے دیئے

روح القرآن عکسی صفحات ۲۸۲۔ وقت مجلہ چارشیپ ۲۰۱۷ء۔ اہل بھارت سرہ سوسنگہ راجھٹھاٹ۔

مجودان تحریک کے مشہور قائد آچاریہ دنوبا بھاشے کی محترم شخصیت کی تعارف کی محتاج نہیں ہے آپ ان معدود چند ایسٹلیوں میں سے ہیں جن پر کسی نہ سی درجے میں مصلح کا اطلاق ہو سکتا ہے اور جن کے نسبت دو ماخ کی جزاں پر پر ایسی اخلاقی و روحانیت کے چولاغن بھی نہیں ہیں۔ پہبڑ فیضت ہے کہ دین و نہبپ کی جو دلاریں مادہ پرستانہ فکر و تہذیب کے روز افراد سلیں تند میں ایک ایک کی کے بھتی جا رہی ہیں انہیں سہارا دیئے والے چند افراد تو موجود رہیں یو یہ سہلت بہت کمزور ہیں لیکن ان کے دم سے پھرنا پھر فرب سلی کا سامان تو بہر حال رہے گا۔

روح القرآن کو ہم نے بڑے شوق سے پڑھا۔ کوئی شک نہیں آچاریہ جی نے کافی محنت کی ہے اور اپنی سمجھ تجویہ کے مطابق ایک لاکن تھیں و تکریم کا زمانہ ابجا م دیا ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ جس ماول میں نفرت و انقاوم کی گرم آندھیاں تیزی سے چل رہی ہوں اور کتنی بڑی توپوں کے دہانے اسلام کی طرف کھلے ہوئے ہوں اکثریت یہی کے ایک بدناء مزدفرہ نے دلوں کو جوڑنے کے مقصداً سے اپنا یعنی وقت اسلام اور قرآن کے مطابق صرف کیا پھر روح القرآن جیسی چیز پیش کر دی۔ اس کتاب میں صرف توحید، رسالت اور عقیدہ

ان حضرات نے پرنسے فلیصل اور انہیاں توجہ کے ساتھ اس ترجیح کو جانچا۔ آخرین کشیر کے مشهور عالم دین حضرت مولانا الحمد صعید صاحب سعیدی نے اپنی علاالت کے باوجود اس پیغماڑی کی۔ ان حضرات نے مشویے ہی دیتے ہیں سے ہم نے بڑی حد تک فائدہ اٹھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب کمزیادہ سے زیادہ منفید اور بے عیب بنانے کی خاصی کوشش لگی ہے لیکن بھرپور ہماری نظر کو اس میں قدم قدم پر لائی گرفت چیزیں نظر آئیں ہیں تو اس کے دوسری مطلب ہو سکتے ہیں۔ یا ایوان علمائے کرم نے مسودے کے جائزے، مخصوصی توجہ ہی نہیں ہی بس رسماعین و قوشن فرمادی یا پھر انہوں نے اپنی نقد و نظر کی صلاحیتوں کو جگائے بغیر طالع فرمایا۔

سب سے بہلی بات تو نامہ ہی کے متعلق کہنے کی تجویز فوج کی بجائے لفظ "تعلیمات" زیادہ میزوں رہتا۔ جسم اور روح کے این قدر و قیمت کا جو فرق ہم سبکے زمیون میں پایا جاتا ہے دیسا کوئی ترتیب فرائی آیات میں مقصود نہیں۔ قرآن کی ہدایت معنوی افشار سے دوسرا ہر ہدایت کی ہم فرماتے ہی وجہ یہ کہ صرف ایک آیت کا انکار پورے قرآن کا انکار کرنا گیا ہے۔

یہ لطف بات الگ محترم علماء کو بروقت نہیں جھسوں پر ملکی تھی تو کم سے کم یہ توضیح و روشنادی بینا چاہئے تھا کہ ایک فلسفی اسلوب کی خیزیت سے الگ کمی آیت کو درج القرآن کہا جا سکتا ہے تو وہ دو ہی آیت ہے جسے اس کتاب میں نہیں لیا گیا۔

إِنَّ السَّلَامَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
وَمَنْ يُنْهِي عَنِ السَّلَامِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ
الْأَسْلَامُ مِنْ دِرِّ الدِّينِ

اوہ اسی آیت کا تکملہ ہے۔

اوہ شرح اسلام کے سوال کیا اور دیس سے
بریگانی وہ دین ہرگز قبول نہیں کیا
چاہیگا اور یہ شخص آخرت پر فقصان
انھائے والوں میں سے ہوگا۔

ہیں جن کا حقیقی مقوم و منشاء غیر مسلم قاری کی دسترس سے دفعہ ہی رہے گا۔ مثلاً لا تجزیہ اور اذر کا وغیرہ اخیری کا ترجمہ دیا گیا ہے۔

"کوئی بیچھوڑھوئے والا کسی دوسرا کا بوجھ
ڈھونہیں سکتا۔"

اس سے قطع نظر کہ ڈھونہیں سکتا۔ ترجیح غلط ہے کتنے ذیر ک ایسے ہو سکتے ہیں بوجھیک طور پر سمجھا گیں کہ اس آیت میں قرآن نے کیا کہلایا ہے۔
یا مثلًا عنوان دیا گیا امن حمسہ۔ غیر مسلم تو کجا خود مسلم ہوں یعنی اس پر جو اگر یہ رہ جائیں گے خصوصاً ماجب کہ پیش نظر ایڈیشن آیات کے بغیر صرف تصحیح ہی پڑھیں ہے تو سوائے چیستان کے اسے اور کیا سمجھا جائے گا۔

پوری کتاب میں بے شمار ایسے مقالات ہیں جن کے مطالعہ سے دو ہی تیجے زیادہ متوقع ہیں یا تو قاری سے مزا ہو کر کتاب ایک طرف رکھے گا ایکھڑا مکمل پچھے مطالعہ لے سکے گا۔ یہ مقالات محدودی تغیری کے تفاہی تھے۔ بہت ساری آیات کے تراجم مشکل کرنے سے یہ کہیں بہتر تھا کہ ھمہ ٹری آیات کا انخاب کیا جانا محدودی توجیح بھی ساختہ ہوتی۔

اس کتاب میں ۹ حصے اور سیکھ تاہیں جنہیں ایکٹر ایڈیشن میں آیات کا ترجیح میں کیا گیا ہے۔ ناشتر کا کہنلیے کہ عربی متن ابھی بلاکسازی کے مراحل سے گذر رہا ہے کہ کتاب کی شدید مانگ کے پیش نظر فی الحال غالی ترجمہ چاہیے گا۔ کتاب کے قلمخانے پر ضمیر بھی ہے جس میں آیات کے مکمل حوالے دفعے کئے گئے ہیں۔

ناشر نے مقدمے میں لکھا ہے کہ:-

"پرسیں میں تیجے سے پہلے کتاب کا سورہہ مبارکہ
کے دلہ عالیوں، حضرت مولانا عبد العلیم حسن
نامی تیجے الجامع مفهمہ العلوم اور حضرت مولانا
محمد حسن اخسن مفهمہ صدر المدارسین
درستہ جرایع علم کی خدمت میں نظر ثانی کرنے
چیزیں کیا گیا۔ قلم و قلم کی کمی مصروفیات کے باوجود

یا مثلًا عنوان ہے۔ ”ذخیرہ اندر مذہبی حرام“۔
یہ بھی غیر قرآنی طرز فکر کی تراویث ہے آچاریہ جی
روہانی اور ابرہامی سے گھر اعلق رکھنے کے باوجود بعض افکار
میں خدا نیز اسلام کی نور میں سے متاثر ہیں اور اسی تاثر کی ایک
جھلک اس عنوان میں موجود ہے۔ ہر پہشنا عالم جانتا
ہے کہ اسلام میں ذخیرہ اندر مذہبی علی الاطلاق حرام نہیں ہے
ایک لپچ پیات یہ ہے کہ صفحہ ۱۹۷ پر شاہ
سرخی دی گئی ہے۔ ”دین کے ارکان“ لیکن اس کے
ذلیں صرف نماز، روزہ اور حج کا ذکر آیا۔ زکوٰۃ کا مطلب
تذکرہ نہیں۔ حالانکہ قرآن کا مطالعہ کرنے والے کا ”قرآنی“
کو سہوڑا تھوڑا جانا تو ممکن بھی ہے مگر زکوٰۃ کو تھوڑا جانا ممکن
نہیں ہے وہ تو اکثر مکمل صلوٰۃ کے ساتھ ساختہ نہ کرے۔
مزید طفیل یہ کہ اسی شاہ عنوان کے تحت ذیلی عنوان
دیا گیا ہے۔

”کھانے میں اللہ کا نام“

اور دو آیتوں کا درج ذیل ترجمہ دے کر بات ختم
کر دی گئی ہے۔

(۱) ”پس اگر تم لوگ اللہ کی نشانیوں پر ایمان
رکھتے ہو تو جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اسیں
سے کھاؤ۔“

(۲) ”اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام
ذکر نہ کیا گیا ہو۔“

کیا ہم یہاں آچاریہ جی کی نیت اور خلوص پر نظر
کرنے میں حق بجا بپڑ نہ ہوں گے؟ انہوں نے تصور تصریح
ایجاد یا ہے کہ نادافع فاری کا ذہن ”تریانی“ اور ”فسخ“
کی طرف نہ جائے بلکہ وہ کھانے نہ کھانے کے مثبت و منفی حکم
کو عام ہواں کے ساتھ مخصوص کر لے۔ حالانکہ آچاریہ جی
یقینی طرح جانتے ہیں کہ ان آیات کا مطلب جانوروں کے ذرع
سے ہے۔ ناشرتے آغاز میں بتا یا ہے کہ روح القصیر آن کی
تینوں ہیں کو لا انصیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر والاقرآن بھی سامنے
رکھا گیا ہے تو پھر اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

یہ دو آیات فلاہیر ہے ایک بھی مفہوم کے دلنشست منافق
اسلوپ ہیں۔ اگر کسی مفہوم کا نام روح قرآن رکھا جا سکتا ہے تو
یقیناً وہ بھی مفہوم ہے کیونکہ اس ایک مفہوم کو خدیجے کے غائب
سے خارج کر دیے پر تمام تعلیمات اسلامیہ کی وہ حیثیت رہ
جاتی ہے جو روح سے غائب جنم کی۔ معلوم نہیں کیوں آچاریہ جی
نے اس ”روح“ کو نظرانداز کر دیا حالانکہ یہ دونوں آیتیں قرآن
کے شروع ہیں ہیں (آل عمران)

کتاب میں عنوانات کی وہ بھروسہ اسے کہ طبیعت کشند
ہو جاتی ہے۔ لکھنے ہی خوانات نہ صرف یہ کہبے صورت
ہیں بلکہ چپاں بھی نہیں ہیں۔ کہیں کہیں تو یہ تحسیں ہوتی ہے
کہ آچاریہ جی نے ٹھکر کی زحمت ہی نہیں اٹھاتی۔ جیسے عنوان
دیا گیا ہے۔

”پانچ طرح کا کام“ ۳۲۹

اور زیر عنوان یہ ترجمہ دیا گیا۔

(۱) لے بنی ابے دلک ہم نے تم کو بھجا ہے ستانے والا
(شاہ) چوخ بخربی دینے والا اور چوٹیا کرنے والا
ہستا کر۔

(۲) اور اللہ کی طرف سے، اس کے حکم سے بلانے والا
اور روشن پھراغ بنا کر۔

بس عنوان اور معنون حکم ہوا۔ کوئی بتکے جسا کے
کس قاعدے سے یہاں آچاریہ جی نے پانچ کام مشابہہ فرمائے
ہماری ناقص فہم میں تو نہیں آیا کہ پانچ کام یہاں کیسے ہیں۔
بعض عنوانات میں آچاریہ جی نے قرآن کی جملے
اپنا ذاتی ذہن پیش کیا ہے۔ مثلاً۔

”سریانی مسلمان نہ ہو سکا“

اس کی لفظی سہیت کی ذمہداری تو ترجمہ پر ڈالی جا
سکتی ہے۔ آچاریہ جی نے عنوانات را اٹھی ہیں دیئے تھے
جس کا اُندو ترجمہ جاپ بعل القیوم صاحب کے تعاون سے
شری اجیت دیش یا نہیں نے کیا لیکن جو مدعا اس عنوان میں
جھلک رہا ہے وہ ظاہر ہے آچاریہ جی بھی کا ہے۔ اس
مدعا کو اسلام سے زیادہ کی نور میں جو ہری ار بسط ہے۔

کی جن چند آیات کے تصریح پر مرتبہ اتفاقیا ہے وہ بھی دیہی ہیں کہ جن سے ذرا سا اشارہ نہ اس بات کا نہیں ملت اگر اندر کا خطاب کن دو سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک خلاصے باوجود اچاریہ جی نے روح القرآن کی ترتیب و تدوین کا کام شایان شان بیدار خفری اور فراست و صیرت کے ساتھ نہیں کیا ہے۔ نقاصل اور بھی ہیں لیکن بصیرے کی تجھکی امانتی استھانا کی تحریک ہیں۔ کتابت و تصحیح کی خلطیاں بھی خاصی ہیں۔ حاصل تصریح ہے کہ ہماری دلنشت میں روح القرآن اُن تو قعات کو پورا نہیں کر سکتی جسیں طعن رکھنے والے ہر پیشہ کو آچاریہ و نوباجی کی بلند مشہور اور محترم ذات سے ہیں۔ تأسیف ان علماء پر بھی ہے جنہیں کو وہ دھکا کی اصلاح کی خواہیں کی گئیں لیکن انہوں نے نہ الشور اور سبے لاگ مشویے نہیں دیتے۔

رکھات تراویح الاعظم مولفہ:- محمد شہیر مولا ناصبیہ الرحمن

مائعت کردہ:- جامعہ مفتاح العلوم - متوجہ عظم گڑاہ۔
صفحات ۱۰۰۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

ناظرین بھجوئے نہ ہوں مجھ کرن صرف اس کتاب پر پہلے تبصرہ ہو چکا ہے بلکہ اس پر اہل حدیث و ستون کی طرف سے جعلی دست ہوئی اس پر بھی اور جواب الجواب پر بھی تصریح ان صفات میں آچکا ہے۔ اس کتاب کا بہلا یادیش ۱۹۵۶ء میں طبع ہوا تھا۔ دوسرا باب چھیا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ خاتمۃ کتاب پر ایک ضمیر شامل کیا گیا ہے جو ہیں بعد الباری صاحب قائمی نے بعض اُن اعتراضات کا کامیاب حاٹزہ لیا ہے جو اہل حدیث و ستون کی طرف سے کتاب پر نکلمتے ہیں۔

لیکن پوچھیجئے تو اب کے ایک سال پہلے تک ہم اپنی کم علمی اور قلت مطالعہ کے باعث نہ تو مولا ناصبیہ الرحمن الاعظم کے بلند مرتبہ و مقام سے پوری طرح واقع تھے نہ اہل حدیث بھائیوں کی سلسلہ جاریت میں۔ اس ایک سال کے مطالعہ نے ایک طرف ہمیں اس حقیقت کا تصور دیا کہ مولا ناصبیہ فتن حدیث میں قابلِ رشک براعت و ہمارت کے سروبار

"سرم کھاؤ اس جائزوں سے جس پر نام لیا گیا ہے اندر کا"

بیکا پھر بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ "روح" کو جھپٹا جانے میں آچاریہ جی مختص ہیں! — ذرع کے سلسلے میں اچاریہ جی کے ذاتی خلاصت کا علم اس تقریر سے بھی ہوتا ہے جو ایسی ۲ جوں کو انہوں نے کلکتہ کے دشی بندھو پارک میں کی ہے اور جسے کلکتہ ناگرک سنگھ کی طرف سے پ منتقل کی تسلیک میں چھاپا گیا ہے۔

صرف ایک جملہ:-

"ہندو اور مسلمان دنوں میں سے کوئی بھی دنائی کا بیوٹ ہمیں دے سکتا جب تک کہ وہ مذہبیکہ نام رجائزہ کی قربانی سے دستبردار ہو جائے"

مسلمان تو شاید اس دنائی کا ثبوت بھی نہ دے سکیں لیکن اچاریہ جی نے ہر حال اس دنائی کا ثبوت بائیں طور دے دیا ہے کہ پوری روح القرآن میں جائزوں کی "روح" کا ذکر آنے ہی نہیں دیا۔

پوچھ ہزا نات تو اس کتاب کے لفظاً یا مفہوماً غلط ہیں جیسے:- "زادخال بکتاب" — ضمیر بکتاب — بہت سیں مامیت لو — پرستوں کی بھی اُنتیں — رضا جوئی میں جود قدر وغشی — اہنسا لیند — اہنسا لی خپیرہ سر تحریکی بیجی — عدم سرقہ — قلن خستہ۔

اس طریح کے عنوانات کو صاحب عنوان کی مادری زبان نہ ہونے کی رہائی سے نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جو کچھ عنوانات کے تحت دیا گیا ہے وہ بجا تھے خود قسمی ہونے کے باوجود ایک حکیما نہ شیرازہ بندی اور ایک سقیم بنیادی منکر سے ہی بایہر ہے اتنا بھی تو نہیں کیا گیا کہ جہاں تو فتح و تفسیر کے بغیر مفہوم بھنا مکن ہی نہیں تھا وہیں کوئی مدد دیدیا جانا۔ حدیث کے قضاۓ ای آلاعہ عزت کما نکلنے بان کے ترجیح میں جس تم دنوں اپنے پروردگار کے کم احتیاط اور کر شمشہر سازیوں سے مکروہ گے یہ تک نہیں بتا گیا کہ "تم دنوں" کا خطاب کس سے ہے۔ حالانکہ سورہ الرحمن

کہتے کہ کیا نتیجہ نکلا۔ حنفی پر اسے بیس اس نتیجے کو بیان کر سکتے ہیں کہ فقیر حنفی کی رفتاد و برتری کے بالے میں جو دنوق ہیں میں تھا وہ اور گھر اپنے گیا اور دونوں فرقوں کے اختلاف کی جو بیماری وجود ہم درست ہوتی تھیں کہ چکے ہیں اسے تائید مزید حاصل ہوتی۔ بیماری وجہ قدر کے اجمال کے ساتھ تو پہلے بھی ہماری کسی نکسی خیر میں ذکر ہو چکی ہے۔ آج "تكلف بروٹ" کے انداز میں اسے صاف ہی بیان کردیں تو کیا مفہوم ہے۔ سُنَّتِ ہمیں یقین ہے کہ احناف اور احمدیت دنوں کافر کی مصروف مبنی ایک ہی ہے۔ دونوں صراحتی میں کے رہی اور خدا اور رسول کے عاملہ میں بخوبیں ہیں۔ لیکن اختلافات کی وجہ ہے ذہنی صلحیت کا قدرتی فرق۔ خدا کی طرف تو ہمیں جاسکتا کہ اس سے ذہنیت و فراست اور ذہنی صلحیت کو متعدد مراتب و مراتج میں کیوں پہنچات دیا۔ ذہنی ابوذر خفاریؓ بھی تھے، ابو ہریرہؓ بھی تھے، ابو ایوب الصاریؓ بھی تھے لیکن کیا یہ ذہنی شور اور فکری منابع کے اعتبار سے حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہم کی صفت میں تکہ۔ امام البصیریؓ ساری زندگی حدیث، وقار ان کے عنابر مطابق ہیں کھڑا دیتے ہیں بھی امام اعظم رہن سکن الگان کے کام سرسر مختلط بعدادی یا حافظ سیوطی یا امام مسکن جسیاد ماغ ہوتا۔ جہاز چار سو اور چھ سو میل فی ھمنظر بھی ملتے ہیں۔ سب تکہ یہ رفتار بیل اور ہمہ طریکی رفتار سے بہت زیادہ ہے۔ انھیں آپ سائنس کی ایک فرمی صنعت کہہ سکتے ہیں لیکن ان کی مشینری کی بکھلان خلائی جہازوں کی مشینری سے کیا سبب ہے ایک لمحتے میں ہیں ایسیں ہزاریں کافاصلہ طے کر جاتے ہیں۔

ان امثلہ کی روشنی میں اہل حدیث کے نکری مدارک اور احناف کے فکری منابع کے فرق کو سمجھ لیا جائے تو صفات معلوم ہو جائے گا کہ اہل حدیث کی کوتاه اندیشیاں ارادی اور اختاری نہیں بلکہ فطری اور احتظراری ہیں۔ انھیں بقلت علم نہیں قلت فراست نے ادا۔ وہ گمراہ نہیں بلکہ کشت

ہے اور صرف ہندوپاک ہی کے نہیں بلکہ عرب کے ارباب نظر بھی ان کے کمال تحریر کے معرفت ہیں اور دوسرا طرف یہ آنکھی دیسی احناف پر غیر منصفانہ اور مغالطہ آمیز پیش فتن کا جو سلسلہ ایم بخاری اور خطیب بغدادیؓ نے جلا تھا وہ نہ صرف یہ کہ منقطع نہیں ہوا ہے بلکہ حال کے طور پر سو برسوں میں اسے خاص انتہاد نہیں کیا ہے۔ یہ بحث بڑی ناخوشگوار ہے اس لئے بس اتنی بھی اشارت پر اتفاق کرنے پڑتے تھے کہ طرف آنامزوں ہو گا۔

احناف اور اہل حدیث کے ماہین نزاعی مسائل میں رکھات تراویح کا مسئلہ بھی شامل ہے۔ اگر کوتاه بھی اور کم ظرفی و خلی نہ ہوتی تو تراویح کا پارہ اتنا تھا جو ہتنا لیکن مکمل فون کے پھر چھٹے ہیں سے یہ تراویح بھی معکر کا کام نہ رکھ بین ایسا اور اب تو ہر سال عموں بن گیا ہے کہ رمضان سے قبل اس موضوع پر بریگ برنگے پورٹر اور مہما میں نظر آئیں اور دیسیہ کار ذہن اپنی سرگرمیوں سے تفریق کی خلیج کو سچی ترکیتے جائیں دا تغیری ہے کہ زیر تبصرہ کتاب ایسی ہی خوفناک ایسا ہے اور اسہا پسند جارحیت کا ایک نہایت سمجھیہ، ٹھووس اور بیش بہا علیٰ جواب ہے جسے میش کر کے فضل مژاوف نے ایک اکھم فرض کفایہ ادا کیا ہے۔

مولانا عظیمی کا خداداد کمال یہ ہے کہ انتہائی دقیق و نازک نکات فن کو بھی اس سلاست و بیانات کے ساتھ سپر و قلم فرماتے ہیں کہ ایسا اور اڑولیڈیگی کے بغیر بات آئینہ ہو جاتی ہے۔ ان لی وقت حافظہ کا تو ہمیں علم نہیں لیکن ان کے رشحات قلم میں فراست کا جو نور، جو گیرائی، جو عبور اور جو کامل دست و سپاٹی جاتی ہے اس سے خاتم الحدیث علامہ الورشاہ صاحب کا شعیریؓ کی باد تازہ ہو جاتی ہے۔

وہی روشن دراست، وہی اتحاذ اور ہنگاہ کی جامیعت دہی تحریر اور وہی شان نہاد۔ پہلے تھے کہ وقت ہم کتاب کو طبع ہی پچھے تھے، لیکن اب پھر نفطا لفظاً طبعاً۔ اسی کے ساتھ وہ مصنفات بھی دوبارہ دیکھ جاؤں کتاب کے تعقب میں اہل حدیث بزرگوں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں۔ کیا

فضلاء کی عظمت و مہرلت کا تہذیب دل سے اعتراف کرنے کے باوجود ایامِ اعظم ابوحنیفہؓ کو سید الفقیر امام المفتکرین، زبدۃ الفتنین اور بصیرت دینی میں فرد و حیدر ہمیں خود کو حق بجا بیٹھا خال کرتے ہیں۔ ان کی اس خصوصی حیثیت کو جلیج یا تو حاصل اور مستحب کر سکتا ہے ماہروہ لوگ جو ان کے مدارک فکر کی بلندیوں تک پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ والحمد للہ درب العلمین۔

یہ ہے ہماری بنیادی تشخیص۔ ظاہر ہے الحدیث بھائی اسے نہیں مانیں گے لیکن کسی کے لئے نہ ماننے سے حقائق نہیں بدلا کر سکتے۔ جس کا جی چاہے ایک معنوی سے متونے کے طور پر زیر بصر ہاتا ہے تو وہ اپنے اور پھر ان تحریروں کو پڑھتے ہو جیں اس کے درد کی معنی کی کوئی ہے اسے یہی حسوس ہو گا کہ اہل حدیث تو اس غواص جیسے ہیں جو یا نی کے اندر ابھری ہوتی ایک چنان کو سمندروں کی تہ بھٹکاتے ہیں اسی احافت اس غواص کی ماند ہے جو سمندر کو اس کی آخری گہرا فیکٹ ناپڑانے کی تابع توان رکھتا ہے۔

خلاصہ تبصرہ یہ کہ رکعتات تراویح کی تعداد کے موضوع پر امام عصر مولانا عظیمی کی تایف رکعتات تراویح ایک بیش رہا کرتا ہے جس کے ردیں کوئی کوئی تحریریں ہم ایسے کنم علموں کو تو کسی درجے میں خوشنما نظر آ سکتی ہیں لیکن ہوس اور گہرا علم رکھنے والے۔ پیشہ علم کو سہارے والہ مضبوط دلائی ہی ان کے پاس ہوا شام اللہ ہی کہیں کہ مولانا عظیمی نے ملک حقی کے احراق کا حق ادا کر دیا ہے اور فرقہ حقی کو چھپرا، قوی اور جو ہری ریط تسلیم سنت سے ہے وہ کسی بھی درست ملک کو میسر نہیں۔

ذلک فضل اللہ یوں ہے من یشاع۔

ناشکری ہو گی اگر ہم یہ نہ کہیں کہ رکعتات تراویح کے طالبعلمائیہ مطالعہ نے ہمیں نہ صرف برادر اسلامی فائدہ پہنچا ہے بلکہ اس کے تفصیل ہمیں اور بھی پہنچھ پڑھتے اور بھنسنے کی ترضیں نصیب ہوئی ہے۔ کامل مولانا

قادر ہیں۔ ایک بھی سویں فی مکھنٹا اٹنے والے ٹیکارے کے ایجن میں یہ صلاحیت کہاں کر ہے؟ بھرپور دوہزاریں کی خبر رکھتے۔ بے شک اہل حدیث حضرات میں خلصہ ذہنی افسرا بھی ہوتے ہیں اور غالباً آج بھی ہیں۔ اسکے خلوص، محنت، علم و مطالعہ کی کثرت اور ذوق بندگی سے بھی علیٰ للطلاق انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کے بعض افراد سے ہمیں بڑی وعیدت و محبت بھی ہے الیکن اس مشیت ایزدی کو کیا کہیں کہ خالق کائنات نے ذہانت و فراست کا جو خاص اخلاص نور اپنے ایک بنیے ابوحنیفہؓ کو دعت کیا تھا وہ کچھ اور ہی تھا۔ اس کے نور اور قوت نفوذ کے لئے کوئی بھرپور لفظ ہمیں نہیں ملتا جبکہ اسی طیاروں کی مثال سے کام چلانا ہو گا۔ ابوحنیفہ کی فرمید و حیدر ذات سماں فکر میں اس خلابیا جہاز کی ماند تھی جو زمین کی کشش کا سینہ تھی کہ آسمانوں سے باشیں کر رکھے۔ پھر جس طرح اس فلک سر جہاز کا ہر مرزوہ نسبتاً خصوصیت کا حامل ہوتا ہے اسی طرح ابوحنیفہؓ کو تجھی اللہ نے خصوصی معادن عطا فرمائے تھے۔ اس کے برخلاف فکر و تلقف کے درس سے انہر کی ذہانت و فراست بر حیثیت نہیں پاہی کی امام بخاریؓ، امام شافعیؓ، امام مالکؓ، امام احمدؓ۔ یہاں تک کہ وہ این تیمیہ بھی تجھیں ہم ذہنی صلاحیتو کے اختیار سے بڑے پائے کا انسان بھجتے ہیں کشش زمین کی حدود ہی میں رہے۔ اسیں جیٹ اور مگ طیاروں کا نام دے لیجئے۔ جیٹ اور مگ بھی سائنس کے شاہکاروں ہیں شامل ہیں مگر اسی تمام فریبیوں کے باوجود کشش ارضی کی حدیں پھلانکنے پر قادر نہیں۔ ابوحنیفہؓ تقدیم کا سوچ ہے۔ ان کی دینی بصیرت و فراست مقابلے سے بالاتر ہے۔ جس طرح تمام انسان و رسول کی عظمت تقدیم پر دل سے ایمان رکھنے کے باوجود ہم خاتم الرسل محمد علیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خراں وری، سید الانس والجن، اعلیٰ ہم کائنات، شاہزادِ تخلیق اور لاثانی کہنے میں خود کو حق پہنچھو کر رکھتے ہیں اسی طرح تمام محشرین و مفہوماء اور اہلسنت و

اس کے جتنے جستہ مطالبے سے بھر رکھئے یہ بڑے ہی کام کی چیز ہے۔ فائل مرتب نے بڑی عرق ریزی اور سیدار ذہنی کے ساتھ قدم و جدید امکان زبان و لغت سے استفادہ کر تھے ہے۔ بحروف الفاظ کے معانی دیتے ہیں بلکہ محل استعمال اور محاوہ اور بخوبی صرف کے علق سے پیدا ہونے والے ذلی نکات و مباحثت کو بھی خوش اسلوبی سے سینٹھائے۔ اس طرح قرآن کی پیغمبربن عوام کے ہی نہیں خواص کے بھی کام آئے والی شے بن گئی ہے۔ ہو سکتا ہے ہر انسان کا رانے کی طرح اسیں بھی کچھ خامیاں اور فروگذاشتی ہوں لیکن ان کی نشاندہی ہم جیسے اطفال مکتب بن کاروگ نہیں اھنپن تو ہی کیشِ العلم اور بالغ نظر علماء حیک کر سکتے ہیں جو عربی زبان و لغت کے ماہر ہوں۔ ہم اسے اور فارسی کے اطمینان کے لئے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ اس کتاب کی تحریک متفروہ اُن افاضل و اکابر سے کی ہے جن کی رائے پر پورا بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ خصوصاً استاذِ محترم مولانا محمد اخراز علی کی تحریک جو عربی زبان، ادب اور لغت کی ہمارت میں اپنے وقت کے بیکا اسٹارڈھے۔ حق یہ ہے کہ تقدیر اکابر کی تقریب و معرفت کے بعد کتاب کا ہمیں دوبارہ مبصر کے لئے دنیا واصل مولف کی خود فوازی اور فرافرازی ہے۔ ہم کتاب کی افادیت کے پیش نظر مکتبہ تخلیٰ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ اسے پہنچ دیجیرے میں ضرور شامل کر دے۔ وادلہ الطیبی۔

الوار الباری بخوری دفائل (دیوبند)

اسلام و شرح شاثم کوہا۔ مکتبہ ناشر العلوم۔

صحیح البخاری بخور (دیوبند) صفحات ہفتاد سائز مثل تخلیٰ۔ لکھائی

چھائی گوارا۔ قیمت ساڑھے تین روپے۔ صحیح بخاری کی اس بے نظیر اردو شرح کے مقابلے پر۔ جو بجائے خود ایک سیطہ و قیع تالیف سے کم نہ تھا تبصرہ آچکا ہے۔ لشاد الحمد کا آج اصل شرح کا حصہ اہل بھی مطبوعہ ملکی میں سامنے ہے۔ اصلًا تو یہ پوری شرح

اعظمی قریب ہوتے تو ہم ان سے بہت بھی سیکھتے۔ آس پاں او بھی دکان واسی قبیلہ ہیں مگر علم و تفقہ کی ایسی کافی نہیں اب تایا ب ہوتی جا رہی ہیں کاپوان چھکا نہ ہو۔ ہمارا تو خیال یہ ہے کہ اب زمانہ تم جیسے نام کے علامہ ضرور و پیدا کرنے کا نفس العلماء، علیم الاسلام، اسطوے دوڑاں اور مٹی کے بقراط بھی ضرور جنم جیسے ہی رہیں گے لیکن اذرشاہ، شیخ احمد عثمانی، حبیب الرحمن الداعشمی اور مولانا مودودی جیسے لوگوں کی منادی ہے جسے کب تک غالی رہے گی۔

کون ہوتا ہے حریفہ میتے مرد افلک عنشن
ہے مکر ریب ساقی پر ھلا آن کے" بعد
مولانا علی اور مولانا مودودی ہمیں معاشر ہیں
کہ ان دونوں کی حد تک یہ شعر مستقبل کی پکار ہے حال
کی نہیں!)

قاموس القرآن مرتبہ۔ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی۔

شائع کوہا۔۔۔ مکتبہ علیہ۔ قاضی منزل۔ میرٹھ۔
محتوا۔۔۔ طباعت متوسط۔ کتابت معیاری۔ کافہ
سفید۔ جلد بندی با سیقہ۔ قیمت نو روپے۔

اس کتاب پر ہم نے سلسلہ میں تبصرہ کیا تھا۔ الگ اسی تبصرے کو جو کاتوں ہم نقل کر دیتے تب بھی کوئی مضائقہ نہ تھا، لیکن کتاب کی شان در پیغ کا لفاظ اضافہ ہے کہ ایک بار پھر تبصرہ لکھ کر قدر داتی کا بہوت کیا جائے۔ لغت کی خشک دادی میں قدم زدن ہونا پر ایک کے بس کاروگ نہیں۔ اس کے لئے ایک خاص طرح کی طبعی مناسبت بھی ضروری ہے۔ الحمد للہ کہ طبعی مناسبت مولانا زین العابدین میں مکا حفظ پائی جاتی ہے جس کا نظر
قاموس القرآن سے قبل بیان اللسان جیسی نہیں
ڈلشتری میں ہو جاتا ہے۔

قاموس القرآن کریم کے الفاظ و معانی کی وضاحت و تحقیق پر مشتمل ہے اور جہاں تک ہم جیسا اہل

نہیں چکتے کہ فلاں حدیث کا عالم ابوحنینہؓ کو کہ ہو سکا ہو گا اسی نئے انھوں نے فلاں مسئلہ میں خلاف حدیث رائے قائم کر لی۔

حالانکہ ابھری اور بے لگ تحقیق بتاتی ہے کہ الزام دہی کی معصوم سی شکل بھی بکر دروغ ہی ہے۔ ابوحنینہ کا بھرپوی الحدیث میں مثال رہا ہے اور روایت کے مغز تک پہنچنے اس کے مفہوم کو صحیح ترین جامہ سانے اور اس کے ضعف و قوت کو جانچنے میں صحاہیہ کے بعد انکا کوئی تحریف امتحنے میں نہیں ہے۔ امام بخاریؓ پر خدا کی رحمت ہوا انھوں نے ایک لا جواب کتاب صحیح بخاری مدون کیے کے باوجود بعض ایسے روایوں کی روایتیں ضروریں جو شیعۃ الاعتزاز میں مثبت ہے اور ان ایسوں سے اجتہاد و استنباط بھی کیا یعنی امام ابوحنینہؓ کی ایک بھی ایسی روایت کو اجتہاد کا مصدر رہی ہی نہیں یا یا جسکے صوری یا معنوی ہسوٹی پر ادنیٰ سماجی داع رہا ہے۔ کہا جاتا ہے امام بخاریؓ فعل حديث کی واقعیت میں بہتال تھے۔ بے شک یعنی اسکے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ ہم عصر صحابی شیعۃ کے بعد آئنے والے ماہرین فتنے کے تعلق ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ رہنے ابوحنینہؓ کی روایات میزان میں بھی امام بخاریؓ سے آگئے ہیں۔ وہ ایسے جو ہر کوئی ہیں جو ملکہ انتخاب میں اپنی نظر نہیں رکھتے۔ امام بخاریؓ کی شہنشاہ الحدیثین ہیئت، حسن امتر ہے۔ تہذیب و طبع کا پیکر کرتے ہیں، مگر ابوحنینہؓ کی بات ہی یہ اور ہے۔ جیسے صحابیؓ میں صدیقِ اکابر۔ عدیم المثال اور زافاً بال مقابلہ اسی طرح عزیز صحابہ میں ابوحنینہؓ یعنی اور لقاہل سے بالآخر۔ وصف فراست میں تمیل چاہو تو عذر و علیؓ کی مثال ہے۔ علیؓ بھی اہمترین ذکار دوست و فراست کے مالک ہے مگر عذر و علیؓ کے ذکار دوست کا عالم پھر اور ہی تھا۔

جاہلوں یا حاسروں اور متعصبوں نے ابوحنینہؓ پر عمل بالرائے یا غلطی قیاس یا جھمیت و ارجاء یا

خاتم الہی شیعہ علماء الفرزشاء اور صاحب ہی کے اضافات علیہ پر مبنی ہے، لیکن حق تلفی ہو گی اگر یہ نہ ہمیں کشاگر ورشید مولانا احمد سرضا نے استاد کی تقاریر کو منضیط اور مدون کرنے میں بطور خود بھی نہایت عرق بری اور کاوش کا ثبوت ہم پہنچایا ہے وہ صرف ناقل نہیں لائق تر نہیں کار بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حیات دراز اور توفیق کشی عطا فرمائے اگر بخاری کی پیشیجہ اسی شان کے ساتھ ان کے ہاتھ تکمیل پاگئی تو ٹپا کارون ہے ہو گا۔

اماً بخاری بہت بڑے انسان تھے۔ ان کی صحیح بخاری کے کیا ہے۔ پھر بخاری کے شہرہ آفاق شارح حافظ ابن حجر عسقلانی بھی اپنے فن کے ممتاز اہم ہمکنٹے ہیں لیکن مقالہ طلب اور غلط اندیشیوں کی روایں ان دونوں علماء سیسیوں نے ابوحنینہ اور حنفیت پر جو ستم توڑے ہیں ان کی تنازع ہی اور پھر جواب دہی علماء الفرزشاء جیسے اساطین ہی کا مصب ہو سکتا ہے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ اشتہانی اشتغال اگریز جاہ میتوں اور متعصبوں اور متعصبات حانب داریوں کا تجزیہ بھی ایسے تحمل، لدب اور اکرم کے ساتھ کرتے ہیں کہ باید و شاید۔

یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ امام بخاریؓ جیسے تحسین المت کی بشری مکر روایوں کو ضرور وہ بے نقاب کرنا یا اسی سرچ بخاری کوئی فتنہ ہے۔ فتنہ تو جب تھا کہ حفظ مراتب کا الحاظ نہ رکھا جاتا۔ تقاضائے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ابوحنینہؓ اور حنفیت کی طرف سے محققانہ دفاع و قوت کی اہم ضرورت ہے۔ رام الحروف کو بحیثیت ایڈیٹر نہ جانے کتنا ہے خطا پیغاط اور اشتہاروں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے جن سے یہ المذاک صدورت حال منشفت ہوئی ہے کہ امام ابوحنینہؓ اور حنفی فقیر کے باسے میں طرح طرح کی مغلط فہیمان، سمجھ دنکریاں اور جہالتیں نہ صرف عام ہیں بلکہ معاند انس پر و پیکنڈوں کے ذریعے انھیں براہم فراغ دیا جاتا ہے۔ یہ سو قدری ہیں اور لغویات توکم و بیش نظرے کی شکل اختیار کر گئی ہے کہ ابوحنینہؓ علم حدیث میں کوتاہ تھے۔ حتیٰ کہ جن بعض اپنے علم سے اس صریح تحریر کی توقع نہیں کی جاسکتی وہ بھی یہ کہ نہیں

شرح بخاری کے باشے میں ہم یہ کہتا چاہتے ہیں کہ صرفت عوام سے طریقہ میں بلکہ اساتذہ بھی اس کا غائزہ مطالعہ فرمائیں یہ "گھر کی مرغی دال برابر" کا مصداق بن کر نزدِ جانی چاہئے پر غلط فہمی بھی نہ ہو کہ قابل تولف نے اس میں امام بخاری کی غیر وقوفیں کا کارنامہ نجما دیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ کوئی بھی سماجی انسانی امام بخاری جیسے ہیں ان علم کی تحقیق کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ دیکھیں گے کہ شارح نے احترام و ادب سے تمام معیاری تقاضوں کو حقیقی اوس طرز کا حفظ کر دیا ہے اور سوچ کے مناسب مقامات پر پوری دیانت اور حق پسندی پر کیا تھا خفیت کے اصلی خدوخال نمایاں کرنے کا فریضہ ضرور دلکش ہے اور کوئی جیز۔ آپ ایسی نہیں پائیں گے جس سے یہ اس پر کوچھ بخاری کی نظرت و تقدیر میں کے باشے میں شارح کی تقدیرت آپ کو پہچھے ہے۔ پچھے احادیث میں الیود سے مکاتب فکر کے خلاف تھسب پڑتا تو ان کے مدرسون میں بخاری، مشکوہ اور شرح نویسی بیسی تخلیقات کو اتنی ناگزیر تسمیہ کی اہمیت بھی حوصل نہ ہوتی۔

شرح کے اس حصہ اول میں ایمان عملی کی بحث بسط کے ساتھ آگئی ہے۔ کاش مولف نے قلم من مذاہت کے ساتھ احادیث شایان شان دفاع سے ایک گونہ غافل ہے۔ یہ ہوا کہ احادیث کی گفتگو کی طرف اور ہوئی۔ کہیں کہیں تو وہ شاید بھول یہی گئے ہیں کہ ان کے عام فارمی کس استعداد کے ہوئے بے شک دقيق میا حدث اور طووس فنی نکالت کو عام فرمائنا میں میان کرنا کاٹے دار ہے مگر مجال نہیں آگے کے لئے یہی مؤلف کو زبان وال اشام کے ہمپر مزید توجہ کا مشیرہ دینے پر الفاظ پر یہ شمار خط کھینچنے کی عادت بھی کچھ اچھی نہیں کہیں اس کی احادیث سلسلہ ہے مگر ہمارے نے اس احادیث کا بھی خاتمه ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک اوس طرفے فی صدد خطوط بے ضرورت کھینچنے کے ہیں۔ کہاں بس کو اڑا ہی ہے معیاری نہیں۔ کہیں کہیں طباعت کے لفظ نے گوارا کو بھی ناگوار بنا دیا ہے۔

اس حصہ کے مروع اور آخر میں ناشر نے اپنے سلسلہ اکابر کی توصیفی خطوط بھی شامل کئے ہیں۔ ان کی بھی بڑی

حدیث سے قلتہ آگاہی کے جو بھی المزامات لگائے ہیں وہ غلط در غلط ہیں لیکن ان کو شروع ریس لئے حاصل ہوا کہ ان کی طریقہ بینا ووں میں سیسمہ پرستی سے امام بخاری جیسے مرگزیدہ حضرات نے بھرا خطا۔ حسید بھی اور اسحاق بن را ہو یہ جیسے اساتذہ کی ذمہ اقتدار میں نے امام بخاری کے ذہن کو اتنا سموم کر دیا کہ وہ ایسے بعض روالوں کی روایت تو قبول غرایا لیتے ہیں جو ابھی حنفیہ کے پیر بھی چھولیں تو سعادتمند اہل قرآن لیکن نہیں یعنی تاریخ حنفیہ کی روایت اہمیت لیتے۔ الرام دیتے ہیں۔ ٹزوڑ طعن کرتے ہیں۔ حد ہے کہ اپنی تاریخ کمیری میں البر حنفیہ کا تعارف ایک لیسے راندر اہم کی چنیت سے کرائے ہیں جس کی روایت اور رائے دونوں گوئقہ لوگوں نے کوئی بھی دلکشی دیا ہے۔ کاش امام بخاری دس بارچ حصہ اور زندہ رہتے تھے کہ جس چاندیہ الخلوں نے تھی کا تھا اس کی مکون خشن روشنی کہاں سے کہاں پہنچی اور کسے کیسے اولیاء و اتفیاء نے خفیت کے آستانے پر سرٹیک دیتے۔

دوسرا سب غلط پروپگنڈے کی اشاعت کا یہ ہوا کہ احادیث شایان شان دفاع سے ایک گونہ غافل ہے۔ یہ شک متفق میں و متاخرین میں بہترین دفاع کرنے والے نایاب نہیں رہے۔ آج بھی بقید حالت افضل میں علامہ کوثری اور مولانا عبد الشفیع علی طالب تھا بقاہما کے نامی خرست لئے جا سکتے ہیں مگر ضرورت اس سے بھی زیادہ کی تھی۔ ضرورت اس کی تھی کہ دفاع کا جو مواد باللغ نظر علماء نے تحریر کی اور تقریر اُجھیا کیا تھا لیسے ایسی اشاعت دی جاتی۔ دنیا کی ہر روز تجربہ زبان ہیں اس کے ترجیح ہوتے اور منظم طور پر خصوصی منت کی جاتی ہے اسی جن کو تباہیوں نے شیعت کی پھلنے پھولنے کا موقع دیا ہے کم و بیش دلیل ہی کو تباہی اور بے ترقیہ اس خفیت کے حریف کمپ کی تقویت کا میرج بھی ہیں۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ الاراباری، اُرد

اور مرتبہ مشناس پاتے ہیں۔ انہوں نے خطیب بعد ادیٰ جسے
محمدین کی داہی روایت تیر کھجی توں نہیں کیں اور اداہ عمارتی
کے انداز نظر کو بھی نہیں اپنایا ام ان کے بعض تقدرات کی
کئے تزویک قابل تردید ہی ہوں تب بھی یہ غلط ہو گا لان
کے رد میں شدت اختیار کی جائے۔

”شاہ ولی اللہ سے متعلق بھی بہت کم لکھا گا۔
حقیقی نہ بہب پر حقیقی ان کی کاری ضریب ہیں تو مجھے
کم نہیں۔“

یہ بھی بچھ جانا ہیں۔ شاہ ولی اللہ کے اپنے تخصیص
طرز تفہیم من الگہیں حقیقی مالکتے اختلاف یا اختلاف پاپا
جانا ہے تو اسے ”ضرر کالی“ کہانا دینا شاید مبالغہ ہو۔ وہ ایک
درستے میں جو تہذیب تھے، اخیں حق تھا کہ اپنی ایک رائے رکھیں اور
ایسے علم و بصیرت کو اپنے ہی انداز میں استعمال کریں۔ پھر
ہم ایک ایسا درود مذکور علم پاتے ہیں جو مختلف مکاتب فلسفہ
کی شدت اختلاف کو کم کرنے اور اعتماد اور لائے میں دل
و جان سے کوشش ہو۔ انہوں نے غالباً کسی بھی جگہ اونٹھی
کی تخفیف نہیں کی۔ ان کے فقہی دراسات سے اختلاف
ممکن ہے لیکن انھیں جائز قرار دینا غالباً انصاف سے بعد
ہو گا۔

ہاں یہ ضرور ہم کہیں ہے کہ کسی میں ہمت اور امانت ہو
توبع ان روایات پر نفت و نظر کی قیمت اضطرور تدبیر حسیر
شاہ صاحبؒ نے اپنی بعض کتابوں (مثلًا ازالت الخنازع)
میں قیوں کیا ہے۔ خاید ایک سلیمانی اکابر پرستی کے حدیث
نامسعود نے ہی ہمیں صہر حسیر پر قافع کر دیا ہے ورنہ ملتے
کو توجی نہیں چاہتا کہ شاہ صاحبؒ کے زمانے سے اب تک
کوئی بھی دریدہ ور عالم خالدار ہند میں ایسا نہیں ہوا جس
نے ان کی بیان فرمودہ متعدد روایات کے ضعف کو جھوٹ
نہ کیا ہو۔ ابھی بچھ روز ہوئے ہم نے اعلان کیا تھا کہ بعض
مشہور روایات پر نقد کا سلسہ، ہم بھلی میں شروع کر دیوئے
ہیں اس کا بڑا خرچ دراصل شاہ صاحبؒ کی ازالت الخنازع
ہی تھی اور دھڑک درجے پر حافظ سیوطی کی سخن طریقیان۔

امہمت ہے لیکن مولانا ابوالوفا صاحبؒ کے عالمانہ گرامی نے
کے بعض فقرے کچھ لکھتے ہیں۔

”کی مولوی اسٹیل دہوی حقیقی نے، انے افغان
اضال حجیقت کی خدمت کے حامل نہیں؟“ (رد ۳۳)

اگر ادشاہ اسٹیل شہید ہیں تو یہ انداز گفتگو سخت
محل نظر ہے۔ اول تو تہیں ہو صوفت کی حجیقت کے قائل تنعد
بلند پایہ علماء و صلحاء ہیں جن میں ایک نام شیخ وفت حضرت
حسن شاہ تھی کا بھی لیا جا سکتا ہے۔ دوسرا وہ حنفی نہ بھی ہوں
تباہی جس دھصفت خاص کے باعث انکا نام نہایت حرث
احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے اور لیا جانا چاہیئے وہ وصف
گروہی لگاؤں سے بلند خالص دین سے سہر بوطہ ہے۔ اسکی
دراسی بھی تحریر اسلام کی ایک نہایت اور فعال قیادہ
ایک عظیم ترین عقیدہ کی تحریر ہو گی۔ ایسی حجیقت سے الحمد
و حمیر حجیقت اور اس کے اعلیٰ اوصاف کو اپنے ہی گرد ہی
پیش کرنا پڑا چاہے۔

”ابن تیمیہؒ کے متعلق بھی آپ نے نرمی سے کام
لیا ہے۔“

اس طرز تغییر سے بھی ہمیں الفاق نہیں۔ ابن تیمیہؒ
جیسے عقوری اساطین کے نئے نرمی ہی ہم اخلاق کرنے
میزدھوں تر ہے۔ ہمیں اپنے لاکاپر سے جو انداز نظر ابن تیمیہؒ
پائے ہیں پہنچائے اس کے لیف و کم کا اندازہ علماء شیر
احمد غنائیؒ کے ایک بچلے سے ہو گا۔ ایک بار فرمایا شیخ الاسلام
ابن تیمیہؒ علم و فراست کا سمندر تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ
اس سمندر کی طبقاً ہمیں نے بھی کہاروں کو بھی کاٹ دیا
ہے۔ ایک بار فرمایا شیخ الاسلام بحروم اسخنے تھے: یہ سریں
جب طوغان آئیں تو پھر خس دخاشاکے ساتھ بعض قیمتی جزیئے
بھی یہہ جاتی ہیں۔

یہ الفاظ تو بالکلیہ مدرج کے نہ ہوں گے مگر معانی انہی
کے ہیں۔ کیسا معموقوں اور پیار اسے یہ انداز نقد۔ دیسے بھی
ہم اپنے علم کی حد تک ابن تیمیہؒ کو امیر کرائے کے بارے
میں عموماً اور بالحیفہؒ کے بارے میں خصوصاً اخیب الطبع

کہتے ہیں یہ تیرے سراہنے جو ناچاک کتاب رکھی ہوئی ہے اسے باہر ھٹانک۔ بہر پا اسی سے اٹھ رہی ہے اب تا تھے اس خواب کا توڑ کیا ہو گا ۹ آپ کشیل سے ثابت کر سکیں گے کہ خواب تو فقط مدار اسی بزرگ ہی کا سچا ہے جس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الوار الباری طلب کرنے کے لئے اس کے لئے کا ایڈریس طلب فرمایا ہے۔

پائی جوہیں سخت ہے تکمیل ہوں

آنندہ فاضل ہلفت کو ایسی بھی باقتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ وہ طلب نہیں کہ خدا نے خواستہ مدار اسی بزرگ کے خواب من گھروت ہیں۔ یا ان کی سماجیت مشکوک ہے۔ وہ قطب وقت بھی ہوں اور خواب حرثاً حسرفاً حصیقی بھی ہوں تو علمی کتابوں سے ان کا چوتھا نہیں ہے خاتون پاکستان پتھر۔ یوسف بکس نمبر ۱۹۷۹ء صد۔ کراچی۔

مدد بری۔ شقین بریلوی۔
سالانہ فہمت۔ چھر دیپے۔
رسول نمبر کے اس رسول نمبر کی قیمت پاچ روپے
صفات ۳۰

سامناء " خاتون پاکستان " کے دیدار کا شرف اس سنت قبل ہمیں میرے ہوا اس نے نہیں کہہ سکتے کہ اس کے عام شارے یسے ہوتے ہوں۔ لے۔ یہ میں نظر " رسول نمبر " تو یہی حسن نظر دیتا ہے کہ عام اشاعتیں بھی وقوع ہوئی ہوں گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ادارت میں ایک بریلوی نسیم کا نام اد بھسکر ہمیں ابتداؤ خطرے کا احساس ہوا تھا لیکن فہرست مضمومین پر نظر ٹھیک تھے ہی یہ احساس مسترد میں بدل لیا اور پھر اندر کے متعدد مضمومین کے طالع نے مسترد ہی کے احساس کو اور بڑھایا۔ اتنے چھمٹنے کے ملائے ہی مضمومین پر ہیلنے کی توفیق تو ظاہر ہے ہر شخص کا فیض

حافظ سیوطی " کار رعب تو خیر " میرے ہی درجے کے ذہن میں سکتے ہیں لیکن شاہ ولی اللہ " کار رعب در حدادیں " نکے ذہن میں قبول کر جکے ہیں۔ ہم نے سوچا لادا اسی پیدائشی بہار اضافے کے لئے یہ جرأت بھی کہ میڈالیں مکر عین تم مصر و فیمات نے اتنا وقت نہیں دیا جو اسی نھیں اور عرقی روزگارم کیسے کیتے کافی ہوتا۔ بڑا دکھ ہوتا ہے جب یہ دیھتے ہیں کہ خود یہیں میں شیخی تصورات کا قبول دار لقا م بعض ہنریں یعنی عمل ہی کی غیر شعوری نقش کار پوں کا رہیں ملتے ہے۔

اور اس خللوں کے ساقچوں در خطا ایک بزرگ اور دو خواہوں پر مشتمل شائع کئے گئے ہیں وہ ہمارے نزدیک شائع کرنے کے نہیں تھے۔ خاہوںی صفت و معنوں کے ہم منکر نہیں لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ جن خواب دیکھنے والے بزرگ کی صدراقت و بجاہت پر آپ کو اعتماد میں اس پر عالم قاریین بھی ضروری اعتماد کریں۔ شاید مولف احسان مکتری کا شکار ہیں وہ نہ ایسے علمی شاہزاد کار کی قدر افزائی کے لئے ایسے غیر علمی اور بے بنیان سہاروں کو اہمیت نہ دیتے مقدمے کی جلد دوڑم میں بھی ایک خواب کا ذکر ہوا تھا۔ آخر یہ کیا ہوا ہے۔ دیکھنے والوں کو خواب دیکھنے دیجئے اور آپ کو اگر ان کے " رویاۓ صادق " ہوئے کہ لقین ہے تو دل ہی دل میں خوش ہوتے رہتے۔ بھی خدا مشکل ہوتا وہ سرت احباب کی صحبتوں میں ذکر اذکار کر لجھتے۔ مگر ایوار الباری جیسی بلند علمی کتاب میں اتفاق ہاں کتنا جو معنی دارد۔ خواب تو کوئی الہی بیٹ بھی بلا ادنی امشقت یہ بمان کر سکتا ہے کہ میرے سر ہانے ایوار الباری کا نسخہ رکھا ہوا تھا۔ درود طریقہ پڑھنے سوچیا تو خواب دیکھا کہ حضرت علیؑ تشریف لاستے ہیں اور نہامت کراہت سے فرطانے میں کمیرے مکرے سے تعفن اٹھ رہا ہے۔ میں کہتا ہوں یا حضرت۔ یہاں تو کوئی بھی چیز معرفت نہیں کا انش پر عطر شامہ العبر بھی رکھا ہوا ہے۔ وہ غصبناک ہو کر

سمجھایاں گھوں نئے۔

یہ فارسی لغت فن کے اعتبار سے ہے کسی۔ اس کا قصد کوئی فارسی کام اپر ہی کر سکے گا۔ ہم تو ان عقیدت مددوں میں ہیں جو سادگی کے ساتھ بھی کہے سکتے ہیں کہ فارسی کی کسی ٹوڈاہ وادا ہے۔ ہاں ہٹلے مذکورہ دوست نے اس کی فتنی تفاہت سے بھی اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ زبان و پیان کے اقباب سے مدد دینا ہے اور فکر و خیال کے لفاظ سے سطحی۔ تمام اشعار پر ان کا تبصرہ عمل کرنے والوں عمل ہو گا۔ حضن خونہ پیش خدمت ہے۔

عجب لوزیست در جان محمد

عجب سلطنت در کان محمد

یہ بہلاہی شعر آخر سوانیے فاقہہ پیمانی کے اور ہے کیا۔ کسی کے ذہن، قلب یا روح کی توصیف تو بجا پر مسلکی ہے یہیں "جان" کی توصیف بے معنی ہے۔ جان میں فوز کا ہونا چہ معنی دارد۔ چھڑ کان خود "کیا" ہے اور اس میں "عجب نعل" کو نہ ہے۔ یہ کہنا تو یہ شک معقول چومنکا خاکر خانی کے خزانے میں ٹھہرا ایک "عجب نعل" ہیں لیکن خود محرر کو "کان" قرار دینا اور بھر اس کے اندر کسی نامعلوم محل کا ذکر کرنا ابھا نہیں تو پھر قدرت کا کوئی ستر نہیں ہو گا!

اگر خواہی دیلے ما شقش باش

محمد پرست بر جان محمد

یہاں "باش" کا ہنسی "شو" کا لفاظ تھا، وہاں تو بے شک ہمیشہ ہی سرکار کا گرویدہ چاہیئے لیکن یہاں دوسرے صورت میں کاد عربی صرف "شو" کا طالب تھا "باش" کا ہمیشہ فاصلہ و تدبیر۔

قد اشکدر رہش ہر ذرۂ من

کو دیدم حسن پہنچان محمد

یہ "ذرۂ من" شاید فارسی ادب میں بھی اور آخری بار استعمال ہوا ہو۔ کہاں ہو جاتا ہے کہ اس کی راہ میر بھرا سب کچھ قریان۔ میرے اپو کا ایک ایسا قطہ، میرے جان مال سب فدا۔ لیکن یوں کہنا کہ اس کی راہ میں بھرا ہر ذرۂ

نہیں لیکن جتنے بھی ہم پڑھ سکے انھیں معیاری پایا۔ ادارہ سنتی مبارک ہا دیے گا اس نے اپنی سنتی شیخ سے بڑے بڑے لوگوں کے گھر ہائے آہدار اس غیرہ میں جمع کر دیتے ہیں اور کسی ایک مکتب فلک میں پورہ ہے کے عوض تمام ہی معرفت ملکا قبضہ کرے اور باہم علم و قلم سے استفادہ نے اس پر میں مصروف تجھے پیدا کیا ہے بلکہ اس کی قبولیت اور افادت کا دائرہ بھی پسیع کر دیا ہے۔ وہ ادیکھتے اس میں ہو لئا اتفاقی بھی ہیں۔ مولا نما حافظ الرحمن اور مولانا مادر یا بادی بھی۔ مولانا مودودی اور مولانا اصلہ احمدی بھی۔ مولا نما امام اور مولانا عمر احمد عثمانی بھی۔ حربے کے چودھری غلام احمد پیر و نیز اور مرتضی غلام احمد قادریانی بھی! پر دیز صاحب یونیورسٹری قابل میں ہیں۔ یہ غالباً اُس زمانے کا مصنفوں ہو گا جب ان کا ذہنی ساختہ بخت دیوبنگے مرحلے سے لگزور ہا تھا اور اسی بعد ہسلام کا شراغ انھیں نہیں لگ پایا تھا جس میں آخسری رسول میں کی سنت اور اس کے احکام و قضاۓ کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ رسول تو خیر لشہر ہی تھے ان کے دریافت کردہ جدید اسلام میں تو خدا کی سنت بھی "مرکز طلت" ہی کے تصرف ہیں ہے اور حدیث و فہر کی ساری تاریخ دحل و سازش کا ایک قائل تفریں پلٹہ فرازیا چکی ہے۔

اور مرتضی غلام احمد قادریانی فارسی نظم کے بہاس میں جلوہ گریں۔ رواداری اور فیتا ضمی نہ نہ باد۔ ہم تو اسے فیاضی ہی گھیں گے کہ فاضل بدیہی نے ایک لیے شخص کی تعت کو بھی سر آنکھوں پر لیا جس کی جرأۃ دبالت نے خسی مرتبہ خاتم النبیں کے مرتبہ خاتیمت پر کنڈڑا لی تھی بھی کیا ایک بھی اس کے متعین کا عقیدہ ہے کہ مرتضی صاحب بھی ہی تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس بجوت کو نظر و نزدیک افتاب پہنچا جائے اور کم نصیبوں کے لئے گوارا نامی کی جیائی ہو۔ شیر پھر جہاں ان بھی ہوئی بھتوں کی کیا گنجائش میں دیتے ہاڑ ایک خاصل دوست کو ہماری رائے سے اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر بھی بھجو رواداری اور فیتا ضمی ہے تو پے جھنپی اور افلام غیرت میں کام کا نام ہو گا۔ خدا ہی بہتر جانے ہم نے صحیح

فدا، امدادی پین ہے۔

یدیگر دلبرے کارے ندارم

کی سُمِّ کشیدہ آن محمد

اس سے قطع نظر کے شعر کا مضمون علوسے تجھیں سے عاری
ہے لفظ "آن" بھی غلط محل میں استعمال ہوا ہے۔ آدی دیکھ
ناز و ادا، یا نکن، حسن و جمال پر فدا ہوتا ہے نہ کہ اسکی آن
پر۔ آن کا لفظ محل استعمال کے فرق سے مغلن، غزوہ، ضد،
وضع، شان اور غیرت و محیت کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔
ان میں سے کوئی بھی معنی دلبری سے جڑ نہیں کھاتے۔ یوں
زبردستی جوڑ لگا تو زبردستی کا نام شاعری نہیں ہے۔

سرِ دارم فدائے خاکِ محمد

دلِ ہر وقت نتر بارِ محمد

"خاکِ محمد" یعنی چہ؟ یا تو "خاک پائے محمد"

ہوتا یا پھر "پائے احمد"۔ اور دوسرا مصروف، مصروف
ضرور ہے یہ میک ہیسا جیسا یہ شعر ہے۔

کی مرغِ دیدم نہ بلے نپر

قفس میں پر لشان ٹھادہ کر ببر

ہمارے دوست نے بعض اشعار کو توبے معنی ہی بتایا
مگر ہم ان کی تائید یا تردید کیسکریں جب کہ فارسی پر عبور
ہی ہیں۔

تیران دوست کا نقد جاندار ہر یا بے جان ایک نکتہ
تو ہمارے ندویک بھی قابل خورسے۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کی توصیف و منقبت خاہ مظلوم ہر یا مشور کیا ہر جال
 میں اس کی سختی ہے کہ اس کی قدر کی جائے؟ کیا ہر وہ شخص
 سچا کہلاتے گا جس کی زبان یا قلم سے کوئی بھی بات نکل رہی ہوئی
 — بنطاہ تو جواب یہی ہے کہ ہاں حضورؐ کی منقبت ہر جال میں
 قدر و منزلت کی سختی ہے اور سچ بات جس کی بھی زیان یا قلم
 سے نکلا کم سے کم اس بات کی حد تک وہ سچا ہی کہلاتے گا۔
 یہ میک قفتر آن کی سورہ منافقون آپ کے ملنے چاہا نظر
 پیش کرتی ہے اسے بھی دیکھ لیجئے۔

کیا اس بات سے بڑھ کر بھی کوئی باست پیچی اور دیوب

ہو سکتی ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یہ تو اتنی مستحب صفاقت
ہے کہ خود باری تعالیٰ نے فرمایا وَ اللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكُمْ لَرَسُولُهُ
اور اسے محمد اللہ خوب جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔
— لیکن یہی صادق ترین، یقینی اور اصل بات منافقین کی
زبانوں پر آئی تو اللہ قدرتا میں ہے کاشی شہید اُن
اممٰ فقین لگیں گوئے۔ یعنی یہ جو منافقین آکر تم سے
رسول سے، کچھ پس کرتم کر تم اللہ کے رسول ہو تو اللہ کو ای
دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں!

آیات لفظاً اور معنیاً! اکل صریح ہیں، حکم ہیں، واضح
مشترح ہیں۔ ان سے تو معلوم ہو اکہ کھنڈے والا الگ اذغان^۹
ایمان کی باطنی لیفیت سے عاری ہے تو وہ سچ کہ کہ بھی سچا
نہیں کہلاتے گا۔ پھر کیا خاتون پاکستان کے فاضل صدیق
رسولؐ کے ان دونوں مدحت گذاروں کو اسلامی اصطلاح کے
معطاب مون مسلم ہی مانتے ہیں جنہوں نے رسالت محمدؐ^{۱۰}
کے خاص الخاص اوصاف، خاتمیت اور حمایت پر بڑی نفع
چھاپے مارا؟ کیا وہ ان دونوں غلاموں (احمد کو) افتخار احمد کا
کاغذ اور امانت مسلمہ سی کے افراد سیم کرتے ہیں جن کے خاتم
از مدت ہوئے پر سوادِ حشم کا انفاق ہے؟

اگر سیم کرتے ہیں تو وہ جانیں۔ نہیں کرتے تو پھر ان کی
بہتر سے بہتر منظوم امنشو نعمت میں اور سورہ منافقون
وادے (انلث لر رسول اللہ) میں آخر کیا جو ہر یہ فرق ہے؟
اس پر کچھ درجہ سوچتے تب تک ہم تمہرے سے فارغ
ہوئیں۔

فاضل مدیر شخص بریوی کا نہ صرف خلوص، دوقن نظر
اور انداز فکر قابل تعریف ہے بلکہ ان کے قلم میں بھی اتنی
روانی، مشکلفگی اور ریاست ہے کہ بریوی اپنے قلم میں اس کی
مشائیں کم میں کی۔ ان کا دو صفحہ کا افادہ ایسا سلوب کے
اعتبار سے بڑا خوبصورت اور ان کے پائیزہ جذبہ نیاز کا
آئندہ دار ہے۔ بس ذرا سی کھٹک جیں ان کے ان فقروں سے
بہتی جن میں انہوں نے پہلے بھی اور ادب بھی جو کار نامیہ
"رسول نہیں" کی شکل میں انجام دیا اسے بجائے فضل اپنی

اپنی سعید نظرت اور عدل پسند مزاج کے تحت خود ہی اپنے عقائد و تصورات کا تنقیدی جائزہ لیں تو ایسے کہ مشرکت بدعت کی درود تہرجاں ان کی نگاہ راسے پوشیدہ ہنسیں ہیں اور جو گھری محبت اخیں اللہ کے سچے رسول ہیں ہے اپنی معنوی قدر و قیمت کے اعتبار سے چار چاند لاک جائیں گے۔

وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا بِاللَّهِ۝
رسول نبیر کا حصہ نظم بھی بڑا جاندار اور بحکم
ہے۔ عربی فارسی یہندی اور دوسرے کے نہوں میں ملے ہیں اور آرٹسٹ قسم کے کاتب صاحب ہے ڈیزائن ہیں بھی بُوہ
منکے ہیں۔ حاصل تبصرہ یہ کہ یہ نبرا یک کامیاب بھرپور
لکھائی چیزیں بھی دلش ہے ٹائٹل بھی شاندار اور قیمت
پانچ روپے پاکستانی اعتبار سے بالکل مناسب ہے۔

تاریخ دعوت و عمریت مولانا سید ابوالحسن علی ہنڈی
ہمارے زمانے کے ممتاز اور
معقول علماء میں سے ہیں۔
(رخصہ سوم)

بعض اوصاف یوان کے لیے ہیں جو ایک اپنی ہی صفت
کے ہم عصروں سے بھی خاص امتیاز اور الفرادیت دعستے ہیں۔
عربی زبان و ادب کے ماہر، علوم دینی میں واسیع المطالع، قلم
کے شہسوار، روسی تکمیل کرنے والے نظریہ یہ ہیں مولانا ابوالحسن
نندی۔ تبصرہ نکار کو ان سے مشرف مقامات حاصل نہیں،
لیکن ان کی تحریروں کے آئینے میں ہمیشہ ایک ایسی تصور بیڑ
آئی ہے جو اپنی تمازج رنگری بلاغتوں اور علمی اصباب توں کے
باوجود بڑی مخصوصیت، مخصوصیت میں ایک اضافی ادائے
دلبری کے نہیں میں بول رہا ہیں۔ وہ جو غالباً کہلے ہے،
سادگی اور کاری بے خود ہی وہ شیاری

حسن کو تعلق ان میں جو آرت آزمایا
توداع ہے کہ مولانا کی تحریر میں پڑھکر ہم روش ہوتا
ہے، دل و جذر تابے، روح بر انساط کی یقین طاری
ہوتی ہے۔ لیکن وجود ان علم سے کم میرا وجود ان تو ایک
ایسی بھیب کیفیت محسوس کرتا ہے جسے "پیار" کے سوا نہیں
لفظ سے تعبیر کرنا مشکل ہے۔

اور توفیق رباتی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم خاص کی طرف مصوب کر دیا ہے۔ العاذ باللہ وحدہ لا شريك له کیا ہماسے حرم بھائی کو یاد نہیں رہا، اللہ نے محمد ہی سے خطاب کر لئے ہے تو فرمایا ہے:-

لَيْسَ لَكُفَّاٰ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئاً تَرَى كُلُّ بَنِي اَخْتِيَارٍ نَّعِيشُ
وَأَوْرُدُ الْمُهْدَىٰ تَرَى كُلُّ بَنِي اَخْتِيَارٍ نَّعِيشُ
مِنْ أَجْبَحِتَنَّ الْكَرَّ الْمَدُّا جِبَّاً چاہے لیکن اللہ ہی ہر دا
يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَ هُدًّا دیتا ہے جسے چاہے اور وہی
أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ خوب جانتا ہے ان کو جو ہر دا
بایب ہوں گے۔

+ + +
یہ تو فقط دو آیتیں میں جو بے اختیار یاد آگئیں۔ بولا
قرآن اور تمام احادیث صحیحہ اس بنیادی عقیدے کی
تفہیم فتاویٰ سے بہرہ میں کہ عطا تما متر اللہ ہی کے ہاتھ
میں ہے۔ لکھن اللہ کے ہاتھ میں سید الابرار فداہ
آجی دا بی اپنی تامہر عرش پیا عظموں کے باوجود اپنی
زندگی ہی میں اس کے خمار نہیں لکھ کر اللہ کے فضلے
اور مرضی کے بغیر مادی ہی وسائل سے کسی کو لفظ یا لفظان
پہنچا سکیں۔ پھر بھلا دفاتر کے بعد یہ کیسے جائز ہو سکتا
ہے کہ ہدایت اور توفیق خیزی بختوں کی عطا کا انساب
برا او راست ان سے کیا جائے۔ لہذا یہی چاہیئے کہ ان
کے طفیل، ان کے صدقے ان کے دستی اور ان کی غلامی کے
نا اٹے، یہیں اللہ نے فلاں نیک کام کی توہین عطا کی۔
ہدایت سے نہ ازا۔ طاقت اور ہمت دی۔ دنیا تو رحمان
اللہ ہی کا ہے حضور فقط واسطہ ذریعہ اور سبیل ہیں۔

ان سنتیہیں اسلام ملائے اور اسلام کے بغیر کوئی عمل
معقول نہیں اہذا ہر عمل مقبول میں ان کا تو سطا اور حسن
کسی نہ کسی درجے میں ضرور شامل ہو گا۔ وہ ہماسے آقا
ہیں، مطلع ہیں، سب بھی ہیں، یہیں خدا ہیں۔ کوئی
پیرا یہ ان کی شکر گذاری کا ایسا نہیں اختیار کرنا چاہئے
جس میں اصل معنی و تحفہ کی حیثیت، ابھا ڈھنار میں
جا پڑے اور دا سطہ پر اصل کا شہر ہرستے گلے شفیق حنفی

کو فاضل مؤلفت رہ عایت برست گئے۔ یا پھر نکار ہو گئے۔ لیکن ایک ایسی فضلا کو جو سوم گرد و خوار سے بفریز ہر کلیہ صاف کرنا آسان نہیں ہے۔ اگر کسی نے لست اور پچاڑی ۹۰° قیصہ گرد و خوار چھانٹ دیا ہے تو اسے مردمیدان ہی کہیں مولف کے قلم میں طرا رجا ہوئے۔ پختگی ہے۔ روائی اور تکھاپن ہے۔ جب جذبہ تحقیق اور شیر نکل کو اچھا قلم نسبت پڑ جائے تو الفاظ و معانی اور کے سائیں میں داخل جائے ہیں۔ یہی کیفیت مولف کی تقریباً تمامی تحریر و میں پائی جاتی ہے۔

شایان شان نقروتیصرہ تو اس کتاب پر وہی لوگ کر سکتے ہیں جو سوائیخ اور تابعی کے موضوع پر مدرس رکھتے ہوں۔ ہمارے پاس اس فن میں معاشرت کے سوا پچھے نہیں ہم اس آنساہی کہ سکتے ہیں کہ متذکرہ بالا بزرگوں اور ان کے تلامذہ و منقبیین کا یہ تذکرہ اپنے دامن میں بڑی دلخیسیاں بڑے آبدار ہوتی اور علم و خبر کا ذہن سے سیطہ ہوتے ہے۔

کتاب کی افادیت کے پیش نظر مکتبہ تاجی نے تینوں ہی حصولوں کی فرمائی کا انتظام کیا ہے۔ اس حصہ سو ٹھم کے صفحات ۲۱۲ ہیں۔ سائز ۲۹۵x۲۱۵ کتابت پاکیزہ اعلیٰ۔ طباعت نسبتاً بلکل۔ کاغذ تھیس۔ قیمت مجلد چھ روپی۔ ناشون۔ مجلس تحقیقات و تحریات اسلام۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔

مقبول رہبائی کی مقبول نماز [امونیہ بن عبدالرشید]
ناشر۔ محمد ادیس بھوپالی۔ گوشہ ادب۔ ریل بازار ٹوہر میلک تکمیل۔ صفحی لائل پوری مغربی پاکستان صفحات ۹۶
لکھائی چھبائی گوارا۔ قیمت درج نہیں۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں اسلام کے سب اہم رکن نازکی ناگزیر اہمیت، اس کی تفصیل اور متعلقات کو جمع کیا گیا ہے۔ متعلقات سے مراد ہے طریقہ وضو، مسجد، دعا اور جماعت وغیرہ کے احکام۔ فاضل مرجبی

خیریہ زاتی تاثرات سے فارغین کا تفاوت کرنا ضروری ہے۔

تاریخ مذکور و عنریمت کے پہلے دو حصے اس نے زیر تبصرہ رہ آئے کہ جھاپنے والوں کے نزدیک تبصرے کیستے ریک شخص سے زائد ایجاد اسراف میں داخل تھا۔ ہر ملتا ہے ان کا خال درست ہو لیکن خود ہم بھی ادارے کے وضع کو رہ ایافت اعلیٰ کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں، لہذا نہیں ان سے شکایت زدھیں ہم یہ خفا ہونا چاہئے۔

پہلے دلوں حصے پڑے معرکے کے تھے۔ تاہم یہ حصہ ثالث بھی اپنی نوعیت میں لا جواب ہی ہے۔ اس میں تین ایسی محظی ہستیوں کے حالات و مکالات بیان ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک کو روحا نیت و تقویٰ کے آسمان کا بدر منیر کہتا۔ مبالغہ آمیز نہ ہوگا۔

(۱) حضرت خواجه معین الدین حبیبی (۲) سلطان الشافعی حضرت خواجه لفاظ الدین اولیاء (۳) حضرت محمد فیض شيخ شرف الدین بیکی بنبری۔

کتاب کو لا جواب ہے اس لئے کہا کہ ان بزرگوں کی سوائیخ کے نام سے کتابیں توہیت ہیں لیکن وہ اس لائق نہیں کہ ایک حقیقت پسند اور باشور آدمی ان پر وقت ضائع کرے۔ گوان میں بعض نسبتاً بہتر بھی ہیں لیکن اس نہیں۔ بجا کے خود وہ درجہ تھقا ہوت اور پایہ استاد سے گردی ہوئی ہیں۔ ان دو دس حقائق کے ساتھ پائیج افسانے ضرور ہیں۔ یا بچ میں اگر مبالغہ ہو تو یہ حال ۲۵ فی صد کذب و وضعی ملاؤ میں تو شہبہ ہی نہیں۔ دینی بصیرت اور زندہ شور سے بہرہ حقیقت دوں نے سوائیخ کے نام پر ان بزرگوں کے لیے تذکرہ بُت تراشے ہیں جن میں کوئی عضو ملائکہ کا ہے تو کوئی تعودہ بالله خدا کا۔ پیشہ توحیث مکمال تکاظراً تیہ باتی سب سے امدادی اور ماقوف۔

یہ شاید ہی کتاب ہے جس میں مولف نے ان ظلم بزرگوں کو ان کے عقیقی اوصاف و امیازات کے ساتھ و نہ اس کرنے کی سعی شکور کی ہے۔ گوہیں کہیں ہیں اب بھی شبہ ہوتا ہے

تو کفری ہے۔
کئے جاؤ کو شش مرے دوستی
دکان بند کر کے رہا بیٹھ جو
تودی اُس نے بالکل ہی لٹیا درپ

دہبیر حجاج [ناشر: علامہ حبیب الرحمن العظیمی۔
صفحات ۹۲۔ قیمت ۲۵ روپے۔ مکتبہ عظیمی۔ متوجہ عظیمہ
اس تصریح سالے میں تجویز مارت کے مفسر ری
سائل کو عالم اندرونیں بیان کیا گیا ہے۔ نیز بعض صائز
پر تحقیقہ لفظی بھی ہے۔ علامہ عظیمی کام اُجانسے کے بعد
یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ رسالہ مختار اور مفسد ہے۔
ضرورت نہیں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے۔

کون ٹڑھا لکھا مسلمان ہے جس نے فقر
حقی کی مشہور کتاب حدادیہ کا ہماہی
نہ سنتا ہو گا۔ یہ کتاب جھیلی صدری بھری
میں لکھی گئی تھی۔ اصلًا یہ مستقل بالذات
تاکیف نہیں بلکہ براہیہ الہتدی
کی ختم و مطہر شرح کفاۃ المنتهی کا خلاصہ ہے۔ کفاۃ المنتهی
بھی شرح الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی ہی کا اثغرہ حفت
تھی اور اس کا خلاصہ "ہدا یہ" بھی انھی کا نقشہ جیل ہے جیسا
کہ سمجھا جاتا ہے کسی ختم کتاب کا جامع خلاصہ آسان نہیں ہے۔
شرح الاسلام کی فرمومی صاریحتوں ہی کا اثر کہیے کہی خلاصہ
صرف حادیت کے لحاظ سے خوب رہا لیکہ ایک خوشما اسلوب
اور ہمہ مندرجہ ایجادگی الفرادیت بھی اس میں نہیاں طور پر نظر
آتی ہے۔ ہم تو عربی زبان و ادب کے ماہر نہیں۔ استادوں دو برگوں
سے ملتا ہے کہ ہماری کا اسلوب زبان دیباں پر طبے ہی ہجور اور
چہارت تامہ کا ایسے دار ہے۔ ہونا بھی چاہیے۔ جو شخص چند

ایام تک نہ کوچھ کرو سے تیرہ صالحون تک روزہ رارہہ کر
عرق رینگی کرے اس کی تاکیف میں جھوٹ کو خدا داد خصوصیات
اور خیر برکت کی جملکیاں ضرور ہوں گی اسی کا کسی ٹہرے ٹہرے

ہرستک کے ساتھ احادیث کا بھی اعتماد کیا ہے۔

اہل حدیث بھائیوں کے لئے یہ کتاب مفید ہو گی
کیونکہ یہ مسلمان اہل حدیث پر ہی مرتب کی گئی ہے۔ وہی بتاتا
قہر زیادتے زیادتہ میں دن۔ دہی آمین باہر اور فاتحہ
خلف الامام۔ دیگر احتلالی سائل بھی اسی مسلمان پر ہیں۔
احناف کے لئے ظاہر ہے بغير مناسب ہو گی اہل حدیث
حضرات فائدہ آٹھائیں۔

دیباچے میں مرتب نے شاہزادہ اسلام کا دوسرا ان
لکھا ہے معلوم نہیں ہوا کہ شمار کیا۔ سہیں تو کسی معلوم ہے
کہ اسلام کا پہلا ہی رکن شاہزادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چالیس بیان [ناشر: مکتبہ صنایع العلوم۔ جامع مسجد
دیوبند۔ صفحات ۲۵۔ قیمت ۲۰ روپے۔

یہ تصریحی کتاب ایک لحاظ سے بعض مطہرات سے
بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اس میں ایسی چالیس بدعتوں کا ذکر
ہے جن میں بر جلوی حضرات عمیماً ملوث ہیں اور جو مصلح
انھیں بدعت کے اسے اپنی معروف یہ غیرتی کے ساتھ
"دہمی" کہدیا جاتا ہے لیکن مرتب نے دھکا لیا ہے کہ بر جلوں
کے سب سے بڑے بزرگ "اعلیٰ حضرت" نے بھی ان سب کو
بدعت و مصلحت ہی قرار دیا ہے اور بر جلوی حضرات کی
معتبرہ و مشہور کتاب میں "بعمار شریعت" میں بھی
جو "اعلیٰ حضرت" کی توثیق فرمودہ ہے ان کے بعد و
معصیت ہرثے پر الفاق کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے حالف پیر
اس سے بڑی جنت اور کیا ہو گی کہ جن لغויות و خرافات
پر ٹوکنے والوں سے وہ لڑنے مرنے کو تیار ہے انھیں تو خود
اسی کے سلسلہ بزرگ اور امام گناہ و مگراہی کا علمقد کے ہے
ہیں۔ فیما یتی حدیثت العقدۃ ثبوۃ مسون

ضرورت ہے کہ اس دلچسپ اور مفید کتاب کو
اہل استطاعت بہت بہت سی منگال کر عوام میں پھیلم کریں
گوئیں بدعت کے امرا عن باطنی پرچم تو اس اسیج من قہ
ہیں جہاں اسیہ بھی اپنا اتر کھو دیتی ہے۔ پھر بھی باہر سی

عربی میں ہدایت کی مشرح و توضیح کا حق خوب خبر لادا کیا گیا ہے نیکن اور دو میں یہ خانہ خالی تھا۔ اسے جسے زمانہ ہوا ایک عالم بیدار نہیر علی صاحب حبیب نے پیر گیا۔ ان کی شرح کا قائم عین الهدایہ تھا۔ لیکن اب وہ بازار سے غائب ہے۔ اب دارالعلوم دہلی کے ایک منسق حافظ صاحب کو خیال ہوا کہ ایک تنی ارد و شرح تیار کرائی جائے جو اصلًا اسی عین الہدایت سے ماخذ و مستفادہ ہوں گے۔ اسکی زبان حال کے اسلوب سے قریب تر ہو۔ اس کیلئے اخھری دارالعلوم دہلی کے اسٹاٹ فیسیرو لہنا چاہیے۔ صاحب کی خدمات حاصل کیں اور حصہ دار اشاعت کا مسلمان شرع کر دیا۔ سیک وقت پوری شرح کی اشاعت کا رے دار و بھی۔ پھر اس کی ثابت بھی اتنی چوتی کم استطاعت لوگ جن کا اوسط ہندی مسلمانوں میں روزافردوں ہے۔ خرید ہمیں سکتے تھے ہیں اور یہ طرق اختیار کیا جو دین پر کے متعدد ادارے کر رہے ہیں۔ ایک حصہ چونقری اسٹاٹ ٹرے صفحات پرستیل ہوتا ہے ہر دو سوے نہیں چھاپا جاتا ہے جس کی قیمت دو روپے ہوتی ہے۔ لیکن جو لوگ ایک روپیہ بھی کھر بن جائیں ایکھیں قی حصہ بارہ آنے کی رعایت مل جاتی ہے۔ پتہ یہ ہے۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔ کتنا بہت طباعت اور کا غذہ ہر چیز میں اپنے معیار کا الحاظ رکھا جا رہا ہے۔

یہ تو تھا تعارف جن میں ایک حلقی کی حیثیت سے قدر تعاریف کا نطبہ ہوا ہی تھا۔ اب ذرا ساتھ رہ گئی تھی تین اشاعتیں پہاڑے سامنے ہیں۔ پہلی اشاعت میں مولانا یغم قضا نے دو صفحات کا پیش لفظ بھی لکھا ہے۔ خط اساتذہ لفظ ایک ایسی تھی کہ شیلیں شان ہیں ہے جس کے ساتھ شیخ التفسیر جیسا بھاری پھر کم خطاب لگا ہوا ہو۔ بالکل یہ مفرط بھی اور بے جان قصر کا پیش لفظ۔ ہدایہ جس پہاڑے اور شان کی کتاب ہے اس کا تو تھا اس کا کتبہ کیسی لفظ بھی خود ایک فکر اگریز مقالہ ہوتا۔ اس میں قواریں کہتا یا جاتا کہ ہدایہ کیا ہے۔ متأخرین احتمات میں اس سعی کی فرع

عالم اور شرح وقت میں دم ہے کہ دین کی تکمیل اور استدرایت کی تقدیم کا اس سے چھکائی بھی نہیں کر سکے۔ کمال پیغام خادم نبڑو بہر کا لکھا تھا اور یہ لکھا تھی طور پر کسی طالب علم کو جلا جاتا تھا۔ صاحب میرا یہ نے اپنے غزہ بند اور تک بہر یہ طاہر کرنے پسند نہیں فرمایا کہ وہ تایف کا کام مستقل اور وہ رکھ کر رہے ہیں۔ وَتَمَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ صَرْقَدَةً وَطَابِ سَوَاهُ۔

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ہدایۃ جملہ فتاویٰ سے پاک ہے۔ کون نہیں ہے جس کی تایف میں کوئی دکوئی مندرجہ ذیل اشتہ کی نہ ہے۔ بھول چوک اور جھوول نہ ہو۔ ابی علم نے ہمایہ کی بعض بڑو گذاشتہ کی نشانہ ہی کی بھی ہے لیکن اس سے اس کی قدرو قیمت اور اس محوری حیثیت پر کوئی آخر نہیں پڑتا جو اسے فقه حلقی کی نصایب اور مرتادیں کا اسی میں مصالحت ہے۔ ایک زمانہ تھا جب بعض غیر حلقی علماء نے اس پر اعتراضات بھی کافی کیئے تھے۔ پس پتھریہ تھا کہ کچھ نہ تو اس کے اختصار سے دھوکہ لکھا یا کچھ قلتہ علم دخیر کے باعث اس کے مصادرو مناجع کاٹ لیجیں سکے اور کہیر مسائل کو بے بیزاد بھوکیا۔ کچھ تعصب کا شکار ہوئے اس کا دفاع حلقی علماء نے اس طرح کیا کہ دنیا کے سامنے وہ تمام احادیث پیش کیں جوان مسائل کا بھی تھیں۔ اس طریقہ کو اصلاح میں تحریج کیا جاتا ہے۔ امام ترمذی کی مشہور کتب فتح الریاضۃ لحدادیت الہدایۃ اسی طریقہ کا ایک بیش قیمت نہیں ہے آج بھی بعض کم علم یا منصب لوگ ہماری کے بعض اسی پر گھٹیا تم کی چاندماڑی کر رہے ہیں۔ حد ہے کہ ٹرے فامیلی پر مغلظت اور پوشرٹر مجاہد کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسے مغلظت بھی ہماری نظر سے گردے ہیں جن میں "ستیار نہ پر کاش" کی طرح عبارتیں کو سیاق و سیاق سے کاٹ کر اور اپنے منطق میں پہنکر پیش کیا گیا ہے تاکہ ہماری کی خصوصیات فقه حلقی کی عموماً رسولی ہو۔ یہ طرز عمل ٹھیک ایسا ہی ہے جیسا مانکر بن حدیث احادیث کے باب میں اختیار کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ حدیث دوستوں ہمیں کی حرکات ناشائستہ کا ایک اتفاقی نہیں نہ مثبت ایزدی سے منکر ہے حدیث کے وظیروں کی شکل میں دکھایا ہو۔

ہوتے ہوں وہ سوچ کر قلم آٹھائیں اور اس بھرم کو فاتح کھینچ جو کسی درجے میں دارالعلوم کا آج بھی موجود ہے۔ یہ اس تمعاف کی جاسکتی ہے کہ کسی استاد دارالعلوم کا قلم اور دو کی ارتقا پذیر نہ کنک اور اس طبق تھی دامن ہو، لیکن اسے کون معاون کر گیا کو معافی دیتا اور طلب اور علم و تکریب کی سطح پر بھی یہ معیاری گل بولٹے رکھ لے سکے۔ کاش ہماری کی پیش نظر شرح کا مقدار مولانا حمایم خون جنگ سے تھتھے۔ ایسا لکھنے کا منہ سے بونا۔

نفس شرح کی عبارتوں میں جو خوبیاں یا فامیں میں انکا سہرا تمکس کے سر باندھیں جب کہ معلوم ہی نہیں کہ سید احمد علی اور مولانا الحمایم صاحب میں کاوش و محنت کی تفصیل کس تابع سے ہے۔ پیر حوال شرح عمدہ ہے۔ صاحب ہماری جو کچھ کہنا چاہئے ہے اسے پوری طرح گھنٹے کی کوشش کی جاتی ہے اور ذیلی نکات خاصی محنت سے پھرپٹ کئے گئے ہیں۔ ۱۴ عظیم کے ممتاز تلامذہ کی راوی اور مذکور پیر و بزرگ اساطین کے اوائل دافکار سے شرح کی عملی حیثیت پڑھ گئی ہے۔ کاش زبان: بیان میں ملاست اور تکھنیک پچھا اور ہوتی۔ تراجم جہاں جہاں سے دیکھ درست پڑے میک اشارہ کا نکھاراں میں بھی کم ہے۔ خدا جنے ہے اسے دارالعلوم کے افاضل اور دلکھنی میں کیوں نہیں کرتے۔ یہ زمانہ اپنے خراج کے اغیار سے بے الفاظ اقبال "خوگلی کر محسوس" ہے۔ خوش بنا پیٹنگ کے بغیر کسی بھی کوئی نہیں لیتا۔ یہ ایک بڑائی سی، لیکن اسی بڑائی سے بزرگ فضائیں ہیں اپنا کام کرنے ہے پھر کیوں نہ ہم ایسا لکھنا سمجھیں جو پڑھنے والوں کے حلقوں سے ثابت کی طرح امرنا چلا جائے۔

لیکن یہ طلب بھی نہیں کہ عبارتیں اپناء مطلب میں نہ کام ہیں۔ شراح نے خاصہ الیخان اور بخطے کام لیا ہے۔ کم استعداد کے لوگ بھی فائدہ اٹھائے جائیں گے۔ خشک علمی اور فنی مطلب کو عام فہم اور دوہی بیان کرنا ہنسی بھیں نہیں شراح اس باب میں بڑی حد تک کامیاب ہیں۔ ہم سفارش کرئے ہیں کہ سنی حضرات اس سلسلہ نوادری سے بیش از میں فائدہ اٹھائیں۔

الواراسلام جذاب حافظہ امام الدین رحمہمگری کی
دلائل القرآن نمبر ادارت میں نکلنے والے ماہنامے

کامقاً گیوں حاصل ہے۔ اس کے دراسات حقیقی نہج فلکی سے کیسا قوی اور صحت مندرجہ رکھتے ہیں کہ ٹھیک سے بڑا حصی عالم اُنکی حضرت وفاہت کے اگے سر جھکا چکا ہے۔ یہ سب بتانے کی فرضت مولانا کو نہیں تھی (یہ ہم ہرگز نہیں سمجھتے کہ صلاحیت بھی نہیں تھی)، تو کم کے کم ہزوں بتاتا تھا کہ سید امیر علی کی عین اہمیت سے انہوں نے کس نوع اور کتنی مقدار کا فائدہ اٹھایا ہے۔ آیا عمارتوں ہیں جزئی تبلیغ کی ہیں یا اس سے کچھ زائد بھی کام انجام دیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جو عمارت تھی ہے وہ توہماری سمجھ سے بالا رہی۔

"مجھ پریسے بے بھاعت، کم رایہ، مگنا م طالب علم کا صبر آزمحالات میں بیٹھے ت واقع میدان میں قدم رکھنا بلماہر نادانی سے کم نہیں میک جس کے بخت اشیوں کے مددوں سے سب کو زندگی کے مکمل راست مل سے ہیں، اسی کے افضل و علیات کا سہارا لیکر جو آتی ہے اسی کی جا رہی ہے۔"

حرارت بجا ہی چڑھی جو ۲ یہ رسمی نوع کی انساری تواں و قیمتی بھتی جب مولانا خود شرح کا جھفت خوان طے کرئے۔ کی کراںی شرح کو الفاظ کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ نقل کر دیتا تو ایسا کارنا نہیں جس کے لئے یہ عمارت میزون ہو سکے یا پھر بتایا ہوتا کہ نقل و اقتباس سے بڑھ کر بھی اپنے کی کیا عرق بڑی کی ہے۔

اس دو صفحے کے پیش لفظ میں مولانا نے سات عربی شعر تو خود صاحب ہماری کے بلا ترجمہ نقل کیے۔ مزید دس عربی شعر اپنے طور پر داخل عمارت فرمائے۔ اشعار سے شر کو مزین کرنا یہ شک ایک دل نہیں اس طبقے میک اس میں بے ساختی اور بخششی ہوتی چاہیئے۔ اگر اشعار زردستی دم سے پکڑ کر لائے جائیں تو حسن کی بجائے عیوب پیدا ہوتا ہے۔ یہ احساس بھی پیدا ہوتا ہے کہ لکھنے والا ہے تکلف اپنے ذوق شعری کی خالش کر رہا ہے معرف و ضر بخخت ہی لیکن ہم چاہیئے ہیں کہ حضرات دارالعلوم جیسی برفع الشان درسگاہ کے استاد ہیوں اور سچے الفیضی جیسے رجب الگیر القاب کا با برگراں اپنے دو مشی مقدس پرستھا نے

محظہ جوان ہے اور شایدیوت کی آخری بچکی تک جوان
ہی رہے گا۔

الوار اسلام کا پیش نظر شمارہ ایک ہی نسبت
میں ہم نے تحریف سے آخر تک پڑھا۔ طویل ادار پر پڑھا
انداز گیر ہے اور ستیار تھرپر کاش کے زہر نے مواد پر قدرہ
نظر تو خلاصہ کی جزیر ہے۔ حافظ صاحب کافی شرح و
بسط سے کام لیا ہے اور لینا بھی چاہئے تھا۔ جو لوگ
ستیار تھرپر کاش کے بازاری اور بھی پر دیکھ دے
سے ملتا تھر ہو سکتے ہیں ان کی ذہنی سطح لفڑا ایسی ہی ہو سکتی
ہے کہ بغیر شرح و بسط کے ان کے بھر ٹھی پتے نہ پڑے۔ حافظ
صاحب کے جوابات مامن ہم ہیں، ذہنیں ہیں۔ آئندہ اگر
وہ آسان سے آسان الفاظ کے استعمال پر اور زیادہ
تو یہ فرمائیں تو افادیت اور بڑھ جائے گی۔ تیرکیں ہمیں
تفصیل طول کے دائروں میں داخل ہو گئی ہے اس پر بھی
آئندہ لظر فھمی جائے۔

ستیار تھرپر کاش کے اسلام دشمن زیارات دوچا
نہیں ڈھر کاٹ ڈھیر ہیں۔ بلے سے ہم اکھیں زیارات ہیں
یکن یہی زیارات لاکھوں قلوب و اذان میں حقائق
بن کر جاؤ گزں ہو چکے ہیں اہم، ان سب کا جائزہ یعنی
اور جواب پیش کرنے کے عزم میں حافظ صاحب نقیباً
اس کے سختی ہیں کہ اہل استھانت اک کا ہاتھ طیا میں
زیر بصرہ استھانت تو اعڑ اض و جواب کے بہت خیہڑے
حتمہ پر جھیط ہو سکی ہے۔ اعلان کیا گیا ہے کہ اٹھی استھانت
بھی انسی سلسلہ نقد کا دوسرا حصہ ہو گی۔ ہم اپنے تمام
قارئین سے پُر زور و تھام کرتے ہیں کہ آج تک جو کچھ
اخلاقیات ہمارے اور حافظ صاحب کے مابین ظاہر ہیتے
رہے ہیں اکھیں قطعاً نظر ادا کرنے ہوئے "الوار اسلام"
کی ہر چکن امامت فرمائیں۔ بعض امیرین تھق المراءے
نہ ہونے کے باوجود جباری اسلامی اخوت کے سنتے میں
کوئی بال نہیں۔ نہ یہ کوئی معقول ہے کہ بعض علمی
اخلاقیات کو ذاتی نہایت فواردے لیا جائے۔ بھلائی

"الوار اسلام" سے آپ واقع ہی ہیں۔ حافظ صاحب کے
عزم و سہت ہی کی بات ہے کہ نام ساعد حالات کے باوجود
کام کئے جائے ہیں اور کام بھی پائے کا۔ اب یہی خصوصی ثابت
دیکھئے۔ اس میں انکھوں نے سوائی دیانت رحمی آنہماں کی نام
ہناد کتاب "ستیار تھرپر کاش" کے اُس مگرہ کن بائک جواب
دینا تحریف کیا ہے جس میں ان آنہماں بزرگت قرآن، پیغمبر و
اسلام کے خلاف بذریعی "دریدہ دہنی" اشتعال الگری اور
ہبڑہ سرائی کی حد کردی ہے۔ اس کتاب نے غیر مسلموں میں مسلمان
کے خلاف کس درجہ نفرت، بیزاری اور غلط فہمی پیدا کی ہے
اس افسوسناک صورت حال کا احساس کرانے کے لئے حافظ
صاحب کے طریقی پر سوز اور حقیقت افرز ادار پر رقم فراپائی
اسی اداریتے سے بھی معلوم ہوا کہ اس کتاب کی تقریباً آٹھ
لاکھ جلدیں مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکر ہیں جلی ہیں۔ اگر دو
ہی میں اس کی اشتاعت مائل ہزار سے کم ہیں، رہی اور سلام
اشاعت جاری و قائم ہے۔ اداریتے میں موصوف نے جو
مسلمان عوام و خواص کی سبھی جمود اور لابر ولائی کا
ہمکیا ہے اسے بھی فریانا سب ترار نہیں دیا جاستا۔ اگر
مسلمانوں کے قوائے بکرو عمل بیدار ہوتے تو ستیار تھرپر کاش
کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے تدارک کے لئے حافظ صاحب
اپنی سو رسیدگی اور اتنا اوقیانی کے باوجود جو خون جگر میں کریں ہے
ہیں اس کی واجہی وقت رکی جاتی اور تعادن کا مضبوطہ تھوڑے
ان کی طرف پڑھتا یہیں انکھوں نے اداریتے میں نہایت سچ
اورد درد کے ساختہ بتایا ہے کہ کسی نے ان کی لکار پر تو ہج نہیں
دی، کمی نے خصلہ افسزائی نہیں کی۔ پھر بھی وہ مدت نہیں
ہے اسی۔ یہ ان کے جذبے کی صداقت اور خلوص کی گمراہی کا
ثبوت ہے۔ ہم متعدد بار ان سے اختلاف کرتے رہے ہیں،
یہیں اس میں نہیں پہلے شک ہوا اور آج شاہی کر دے جذبے
اور شعور کے لحاظ سے ایک سچے اور کی مسلمان ہونیکے علاوہ
کئی قابل شک صلاحیتوں نے بھی بالائیں انکھیں دینے سے
بے پناہ محبت ہے۔ وہ خدمت حق اور ابلاغ و تبلیغ کا ایسا
سدابہار جوش اپنے دل درہ مدد میں سوئے ہوتے ہیں جو ہر

آخرت کے مستحق فرار یا نہیں گے۔ امور خیر میں تعاون کے بھل عنوان سے بھلی پیسے بیجھ جائیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایزار اسلام کی مدد کی شخص واحد کی مدد نہیں بلکہ اُس کا زادور شخص کی مدد ہے جسے حافظ صاحب اپنے مالی اور ناتوانی کے باوجود اللہ کی توفیق سے دل و جگر کا ہوئے رہے ہیں۔

کے کاموں میں لازماً تعاون دینا چاہیے اور یہ نہ بھولنا چاہیے کہ جو خدمت حافظ صاحب ہے اپنے ذمے لی ہے وہ کلا دینی و ملی اعتبار سے بڑی ہی وقیع اور لائیں قدر ہے وقار صرف باشیں بنانے سے نہیں ہوتی۔ ٹھوپ مار دیجئے۔ ایزار اسلام کے خرید اور بنائے۔ دس میں سو سچاں خریدار کی اکٹھی رقم اپنی گرد سے بھلی بھیج دیں گے تو انشاء اللہ تاجر

باب المحت مالیویا مرافق گھبراہٹ۔ وحشت اور ریاح (گیس) کی کثرت

روزمرہ ایسے مرضیوں کے خطوط کافی تعداد میں آتے ہیں جن کو ریاح (گیس) کی کثرت گھبراہٹ اور وحشت کی شکایت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت سے لوگ اس مرض میں بدلنا ہیں۔ یہ تحریکی مرض ہے اسکو بالتجیلیا مرافق بولتے ہیں۔ اس مرض میں بتلامری غصے کے دل کی دھڑکن عواماغذ اکھانے کے بعد زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ بعض فعم دل اس قدر دھڑکن کتابے کی طہراہ ہونا دشواز ہو جاتا ہے۔ پہنچنی گھبراہٹ۔ وحشت اور فاسد خیالات پر لپیٹان کرتے رہتے ہیں۔ کسی کام کا کچیرہ بردل نہیں جنت۔ طبیعت گری گری پر ترمذہ رہتی ہے۔ بلاوجہ طبیعت پر خوف و اندر لشہ غالب ہوا کرنا ہے۔ حراج چڑپڑا اور سہنائی پسند ہو جاتا ہے۔ ہند پوسے طور پر نہیں آتی ہے۔ ریاح (گیس) کا فلبے رہتا ہے۔ بعض کی شکایت ہوتی ہے۔ شام کے وقت طبیعت میں پتی ہو جاتی ہے۔ ہتھیلیاں اور تلوے جلا کرتے ہیں۔ آنکھوں میں سے اُگ سی نکلتی حسوں ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس مرض کو اور زیادہ واضح طور پر سمجھنے کے لئے اور صحوث مندرجہ کے متعلق زیادہ اور کار آمد معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ "پاسیان صحت" مجھ سے منشو اکٹھڑھیں۔ قمت مع مخصوص دوڑ پے باٹھنے پیسے ہے۔ اس مرضیوں میں میں اصولی ملاح اور فدا و پرہیز تاذیں گی تاکہ جو مرض کسی سبب سے ملاح نہ کر سکیں وہ اس مرض سے ایک حذیک امن سے رہیں۔ اصولی علاج ہے۔ اس مرض میں دہی تھوڑوں اکٹھڑھیں کام کرنی ہیں جو معدہ کی اصلاح کریں اور خصوصی طور پر تحریر کروکیں۔ اصولی علاج یہ ہے کہ معدہ کی اصلاح کی جانبے تاکہ بخارات (گیس) پیدا ہی نہ ہو۔ عریقون کو میند لائے اور خوش و ختم رکھنے کے سامان فراہم کئے جائیں۔ مدعی دماغ کو مفرح ساخت ہو اپنی مراج سے تقویت ہنجائی جائے۔ عقل ا۔ مالیویا مرافق جب حرارت کے ساتھ پورا اس فدا میں موٹک کی دھنی دال، شیرہ مفرزادام مقشر شامل کر کے ہکھلوائیں۔ سائودانہ کی ہیٹر فیدی ہے۔ لوکی۔ ٹنڈا۔ توڑی۔ بکری کے گوشت میں پکا اکھڑا ایں۔ اگر حرارت نہ ہو تو هذا میں بکری کے گوشت کا سادہ شیرہ۔ چوزہ مرغ کا شیرہ۔ بیضہ مرغ کی زردی۔ چھلی۔ تیز۔ بیٹر کا گوشت۔ شلغم۔ چاہر۔ ہموئی دین۔ پھلوں میں سب سترہ۔ موسمی۔ انگور اور انار قن بھاری کارس مفید ہے۔ دالیں چہاں تک ہوکم ہی کھائیں۔ اپری کی دال ہینگ اور ہر کی دال ہلکتے ہیں۔ پرہیزو۔ چاول۔ لوہیا۔ مسیو۔ امرود۔ گھیرا۔ گوجھی۔ آلو۔ اردوی۔ میلن۔ ہنپڑ۔ باقلہ۔ ماش کی دال۔ ثابت ماش (اُردو) مسیو کی دال۔ مسیو شابات۔ دہی۔ تربیز اور دیگر بادی و ریاح پیدا کرنے والی اذیار مضریں۔ اگر آپ اس مرض میں بدلنا ہیں یا کسی اور بھاری کا شکار میں مفصل حال تکھر کر مفت مشورہ لے سکتے ہیں۔ آپ کو ہر مرض میں خواہ وہ خدا نہ ہو، صحیح مشورہ دیا جائے گا۔ اللہ جواب کے لئے مکلف رکھنا زکر ہے۔ پرانی اضافات

دینا۔ ناک نہ ہوتی تو کسیں کیسے حاصل کی جاتی فریں نہ ہوتا تو حفاظتی سماں پر کون بنانا۔ پاؤں نہ ہوتے تو سافت کیسے ملے کی جاتی اور بازوں نہ ہوتے تو عذاب کیاں سے ہیتا کی جاتی۔ غرض بقاء جسم کی خاطر ان تمام امور کی انجام دہی لازم ہے اور ان امور کی انجام دہی کے لئے مختلف اعضاء کا مختلف اشکال میں ہوتا ہیں لازمی ہے جن کے بغیر جسم کی بقاء اور سلامتی ممکن نہیں۔

تمام اعضاء اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ان کا نفاق و اختلاف سارے جسم کے سطح پر یا گام بلات ہے لہذا اسی حقیقت شناسی کا تسلیم ہے کہ ان کے لئے اتحاد یا احمدی ناگزیر چیزرا۔ اگر کوئی جسم پر ناگاہ خارجی حلول ہو جاتا ہے تو دیگر اعضاء اس خیال خام کی پیشادیدر بے خلک نہیں ہو سیفے کہ "حلو تو جسم پر ہوا ہے ایکس کیا" بلکہ حلٹے کے ساتھ ہی سارے جسم میں ایک ہر کسی دوڑ جاتی ہے اور ان کی آن میں خیس کی تقى و حرکت سے سارے جسم کو آگاہ کر دیتی ہے۔ یہ غیر منفرد ہر جسم میں اسی طے تو رکھی گئی ہے کہ ہنگامی حالات میں تمام اعضاء کو قویوں کا طاعع پیو پختاں رہے سو سوں اطلاع پر تمام اعضاء بیک وقت متاثر ہو جاتے ہیں اور اپنے اپنے ہتھیار سنپھانے جسم کی مانع پر خیس کے خلاف محاذا قائم کر لیتے ہیں ذہن تباہ پر بنائے گا ایکس چوکیداری کی جگہ سنپھال ہیں گی۔ کافی تہیسم کی آہنی پر چوکنا اور باقہ یا اول عظیم کی محاذات میں نظر آئیں گے اگر جسم کی بقاء و سلامتی کسی عضو سے قربانی کی رخواست بھی کرنے تو قبضہ برخاقت اور احساس یکتاں کے لئے مل سرست اور خشق و سستی سے سرشار اعضاء تربانی کی بھینٹ بیڑائی میں ایک دوسرے سے پھل کر کر نظر آئیں گے۔ اس مسئلے کو دو اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ جسم کی بقاء ہی اپنی بقا ہے اور جسم کی بوت ہی اپنی موت

آپس کی محبت اور محبت و مثل المؤمنین فی تولیمہ و تراحمہ هم و تعااطفهم ہمہ باقی میں مسلمانوں کی مثل ایک جسم کا اگر ایسی ہے جیسے ایک جسم کو ایک ایک عضو کو تکلیف ادا کرنے کی مدد میں عضو

اسلام بھی عوام کی نفوذی میں "نشان شوا" بن کر رہ جائے اُخوان جماعتیں کو بھی ایک دن اس طبع ختم ہونا ہی جس طبع ماضی کی نام جماعتیں ختم ہو گئیں جن کا آج نام و نشان تک باقی نہیں۔ کس قدر انسوس کا مقام ہے کہ کسی جماعت کو اسلام کی خاطر استعمال کیا جاتا تھا۔ لیکن آج اسلام کو جماعتوں کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے۔

اب ہم اپنی بات پڑ آتے ہیں عرض یہ کہ رہے تھے کہ آج اسی کی طرح پھر ایک پارنقاں و اختراء کا پرچم الہڑا رہا ہے اور مسلمان اغراط و تفریط کے ہو ناک گروہ اب میں بڑی طبع مغل گئے ہیں قریب ہے کہ یہ گرداب ہمیں ہمیشہ جیش کے سے ہضم کر جائے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنی حالت بدیں۔ اگر ہم نے اب بھی اپنی حالت کو بد نہیں کوشش نہ کی تو ممکن ہے کہ قدرت بھی اپنادست تعاون کھینچے اور ہم اپنے انجام بد کو پیش جائیں۔

آج وقت کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ ہم دن اور منفری جماعتوں کے باہم دربط و تعلق کی مذکوریت نہ اسلام میں ان جماعتوں کے صحیح مقام کو بھیں اور اسکے مطابق محلی راجیں تجویز کروں۔ اس کے بعد اتنا الشربات سمجھ جائے گی اور ہر مسلمان اپنی جگہ خادم دین ثابت ہو سکے گا زیر مسلمانوں میں اتحاد یا احمدی کا جذبہ ملکوئی پرستے جاگ ائے گا۔ دین کے ساتھ ہماری ان منفری جماعتوں کا دربط و تعلق ہیں وہی ہو ناچاہئے جو جسم کے ساتھ اس کے مختلف اعضاء کا مختلف عضو ہو سکتے ہیں لیکن باوجود اس اختراء کے تمام اعضاء اس کا ساتھ میں مر مست اور میں ان کا دکھ دو دیکھ راحت و آنام ایک روح و مالم ایک حنی کر زندگی اور موت بھی ایک ہے ان اعضاء کے تزویج اس اختراء کی عرض و غایت بھض اس نکم کی بجائی اور ان مختلف انتظامی امور کی انجام دہی ہے جن پر جسم کی بقاء و مسلمانی کا دار رہا رہے۔ مثلاً ایک عضو میں تو امور چوکیداری کوں سنبھالنا کا ان نہ ہوتے تو کار ساخت کوں انجام

کے پیسے رسول نے اتحاد ملت کی خاطر اپنا سب کیہے قرآن کر دیا تھی کہ عبادت گلائے جیسی مقدس شے بھی فرمائی کہ
بھیت پڑھائے میں درج ہمیں فرمایا۔

رسول اکرم ﷺ کو زندگی میں کے آخری ایام میں سب سے زیادہ خطرہ جس بات کا تھا۔ یہ افراق و اختصار کا تھا کہ کہیں جانیں عصیت کی بنابر اسلام کا قدرتات پارہ پارہ نہ ہو جائے۔ اسی خطرے کے پیش نظر آپ پارہ پارہ بیان کرتے تھے۔

«کہیں ایسا نہ ہو کہ یہرے بعد تم پھر کفر کرے کی طرف پیٹ کر آپس میں ایک دوسرے کی گردیں ادا نہ لگو،»

زندگی کے آخری رجع "جمۃ الوداع" کے نئے تشریف لے گئے تو مقام عرفات میں تمام امت کو خطاب کیے فرمایا۔ "سُنْ وَ كَهُوكَمَا نَهُورُ جَاهِلِيَّةِ مِنْ سَعَيْهُ هُرْ جَرْأَةً" یہرے ایک دو توں قدموں کے پیشے ہے ائمہ سے عربی توہینی پیر اور عجی کو عربی پر کوئی خصلت نہیں ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم شی ہے بنتے تھے۔ سلطان، سلطان کا جانی ہے اور سب سلطان جانی بھائی ہیں جاہلیت کے تمام دلوں کے باطل کر دیتے گئے۔ اے تباہ سے خون اور تباہی عزیز تریں اور تباہ سے احوال ایک دوسرے کے لئے ویسے ہی جو ایک ہیں جیسے آخر رجع کا دون تباہ سے اس ہمینہ تباہ سے اس شہر میں حسرا م ہے۔ پھر مقام منی پر تشریف لے گئے اور اپنی اسی تقریر کو دھڑایا اور اس پر یہ اضافہ کیا۔

"وَ يَكْحُوا يَهِرَے بَعْدِ هُرْ جَرْأَةِ ایک کی طرف پیٹ کر ایک دوسرے کی گردیں نہ ادا نہ لگا۔ عزیز تھم اپنے دل سے ملنے والے ہو دہان تباہ سے اعمال کی تم سے باز پرس ہو گی شئوں اگر کوئی نکلا جبکہ تباہ را ابھر بنا دیا

پہنچے تو سارا جسم اس کے لئے بالسہر وال حصہ بے خواب و بے ازم موجود تھا ہے دن کے ساتھ بھی ہمارے ہمراہ وابط اور یہی تعلقات

ہی جذبات اور یہی احساسات ہوتے چاہیں۔ عبد نبوی میں اگرچہ کہ اصحاب رسول یہی مختلف دینی شعبوں پر تقسیم ہر شعبہ اپنی اپنی دینی خدمات پیش کر رہا تھا ایام زین کی خاطر مختلف ملکوں سے مختلف کوششیں جاری تھیں مگر زکریں عکاراً تھامہ تھا اور زکریں تھسب تھامہ عناد اس سے کہ ایک اور واحد رحماءت کا وہ اسلامی تصور

جسے قرآن یعنی اصطلاح میں جزو اللہ کہتا ہے ان کے قلب و ذہن کی گمراہیوں میں اس طرح اُنہر کیا تھا کہ جس کے بعد جا عینی و گروہی عصیت کے لئے کوئی بھائی ہی بیش رہ گئی تھی۔ ہر شعبہ یعنی عکلہ ہمیں محسوس کر رہا تھا کہ "ہم تمام ایک ہی امر کے مختلف خادم ہیں اور ہماروں کی ان تفرقہ خدمات پر ہی تیام دینا کا انتصار ہے" ایک انتظام شے تحد روکر دن کی تغیریں صرف کار تھے لیکن افسوس کے مختلف دینی شعبوں کا وہی احساس آئے چاہرے اندرونی جا عینی و گروہی عصیت کا زنگ اختیار کر سا چاہرہ ہے جس کی وجہ سے دو قسم کے اثرات ہم پر پڑتے ہوں۔ ایک طرف ہم ناق و اختلاف کے ہمیک رضی میں تکریج ہوتا ہوئے جا رہے ہیں اور دوسری طرف ہمارے قلب و ذہن سے "ایک" اور واحد جا عینی تصور مٹا چاہرہ ہے، چاہری یا جو کہ کوئی اور محرک ایک ہے ورنہ کیا وہ ہر کوئی نبوی کی مدد و حمتوں میں تو مکمل سکون و اتحاد لیکن ہم چاہری صرف ان دو جا عینوں میں ہے انتشار و افتلاف۔

حضرت مفتخر قوم کو یہ جا متعین کرنے اور اسکے اندزا ایک اور واحد جا عینی کا احساس پیدا کرنے کی خاطر تکمیل تیزی سال اتحاک کو شش فرمائی اور مسلمانوں کو اُن تمام امور سے سخت احتراز و احتساب کرنے کی ہدایت فرمائی جو باہمی ناقاق اور انتشار کا سوجہ بن سکتے ہوں خدا

قبادت و مفترضت مزید و فضاحت کی متفاضلی نہیں رہی۔

ہر سلسلہ اپنی جگہ غور کر سکتا ہے کہ چاردار یا اچانکی زمین آؤ ایمان خواہ انقدر دی ہوں یا اجتنامی، دین و ملت کے نئے کس تقدیم حضرت رسان اور نبی هر قاتی خاتمت ہو سکتی ہوں ہم یا شخصوں جماعتیوں کی ذمہ دار شخصیتوں سے گذارش کیوں گے کہ زینہ تبلیغ و اشاعت دین کے پیلو بپیلو اس امر کی بھی کوشش کی جائے کہ ایک طرف مسلمانوں میں پھر سے "ایک" اور واحد جماعت کا اسلامی احساس جاگ آئے اور دوسری طرف باہمی نفسی اور جامعی عصیت کا خاتمہ ہو جائے اسکے کا تحدید ملت ہی وہ واحد بنیاد ہے جس پر قصر دیں کی سر بغلک ہی اور اسی بھی جاتی ہیں، اتحاد ملت ہی وہ جو ہر ہے جس سے دین کو استحکام اور حیات جاودہ حاصل ہوتی ہے، اور اتحاد ملت ہی وہ وصف ہے جس سے نعمت کی رنگت تحریق ہے اور ایک مشائی معادشہ عالم وجود میں آتا ہے۔ اتحاد و جذب باہم کے بغیر نہ ہو سکے نہ نعمت۔

جائے اور وہ تم کو کب اللہ کے مطابق چلائے تو اُس کی بات اتنا اور اطاعت کرنا، یہ ارشاد فرمائ کر پوچھا کہ "کیا میں نے تم کو یہ پیغام پہنچا دیا؟" تو گوں نے کہا "لاؤ یا رسول اللہ" "فسر مایا" اسے خدا تو گواہ دھیو، اور لوگوں سے کہا "جو موجود ہے وہ اس پیغام کو اُن لوگوں تک پہنچا دے جو موجود نہیں ہیں"۔

یہ سے فارغ ہو کر شہزادے احمد کے مقام پر تشریف لائے اور پھر تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ مجھے اس کا خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک کروئے مگر فرستا اس سے ہوں کہ ایسیں ہم دنیا میں بنتا نہ ہو جاؤ اور ایسیں سی لوٹتے نہ گلکو۔ اگر ایسا کہو گے تو بلاک ہو جائیگے۔ جس طرح پہلی اُنیں پلاک ہو گئیں، ان تصریحات کے بعد ایک طرف اتحاد باہمی کی کہیت و ضرورت اور دوسری طرف باہمی رفتارت و افراد کی

لامپور

لائل

لایک

لایک

ایسا کو اپنی کامپنی میتھا پہنچا کر تاہم
تیر آن کی دوڑت کو سچ ترین انداز میں پہنچا کر تاہم
اسکے پیارا دل پر گیس اسٹیک کا سلی بولہ
وقت کے باسس شرکت پر مدل تیکید کرتا ہے۔
اسکے نیکیتے کے پیارے شوہر مذاق پر سید کارا ہے۔
اسکے نیکیتے کے پیارے شوہر مذاق پر سید کارا ہے۔

ایسا کم کیوں سے فریبی مہمنت کا بھی جو مو

میڈیا زنگی رامپوری میں
بندہ سالار پاچھے شتری ایسی روپے۔ فیروز بولیں پیارے



امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی [از دا انگریز حمد لله]
عظیم الشان طریقہ پر قانون شریعت کی تدوین کی طرح
ڈالی۔ قیمت صرف بارہ آنے۔

الادب المفرد امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری
کی میں ہا کتاب جس میں ہر در در اور ہر
شخص کے کام آئے والی ہدایات پر مشتمل احادیث جمع کی گئی ہیں
اردو مع عربی۔ کتابت طباعت عمدہ۔ کاغذ گلزار
قیمت مجلد بارہ روپے ۱۲/-

حضرت خالد سیف اللہ [اسلام کے عظیم رسالوں
کی وجہ انگریز راستان
جیات۔ قیمت سوا در روپے ۲/۲۵

ند کرہ خانہ کعبہ بیت اللہ شریف کی مکمل تاریخ۔
قیمت دھانی روپے ۲/۵۰

حضرت عائشہ صدرا لقہ [اقتبہ الامت ام المؤمنین،
حضرت عائشہ کی سوائچی
قیمت ۸۸ روپے

قرآن میں نظم ارکوہ [نکوہ کے مسئلہ پر ایک کاوش
دیگر در روپے ۱/۵۰

علمی جواہر بریزے مضمون نظم و نشر کا یوردل چپ،
فلک انگریز روح فواز اور اچھو تاج ہمود جسمیں فاضل ترائف مولانا
حقیقی محمد شفیع نے لکھکوں کا طیف و ذہنی معنی نام عطا کیا ہے
قیمت سالی ہے رسات روپے ۱/۵۰

اسلامی نظم و نسق [اقریباً جھوہ سوہنہ بنی کے ایک فاضلی
القضاء علمہ بیدار اللذین ایمان ہمچنان

کی میں قیمت تالیف جو اسلامی نظم و نسق کے دلخیب مسئلہ کو
تجھیے بصیرت اور فہم و تدریں کی روشنی میں قریٰ ہے۔
اردو ترجمہ روان اور مشغفتہ۔ مجلد ساٹھے تین روپے۔

فلسفہ تعلیم و تربیت ان بریکس احمد جعفری
چھ روپے

اردو ہندی سکھلنے والی کتب

ہندی ماسٹر حصہ اول	۳۰ پیسے
" "	۳۲ پیسے
" "	۳۰ " سوم
" "	۲۷ پیسے
" "	۵۰ پیسے
اردو ہندی ماسٹر	دوسرا
دقتری مراسلات	ساتھیں پری پی
ہندی اردو لغت	ساتھیں پری پی
اردو ہندی لغت	ساتھیں پری پی

حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی

[ابن فرع کی پہلی بیانی نظریت کتاب]
اس میں حضرت معاویہؓ کی تحقیقت آپ کے مقام اور حکمت و
سیاست کا بھرپور تعارف اس طرح کرایا گیا ہے کہ کسی بھی
صحابی کا دامن دا اغدا نہیں ہوتا۔ صحابیت کی تقدیس پر
لا جواب فکر اور فیضی و تقدیری مسود۔ کتابت طباعت کاغذ
سب عمدہ۔ مجلد مع جیں ڈسٹ کور دش روپے ۱/۱

تحقیق اشتہار سریہ دارود [خانزادہ ولی اللہی شہزادہ فاق

عالم شاہ عبدالعزیز کی مشہور
تالیف جو نہایت مضبوط دلائل سے شعبی عقائد کا رد کیتے ہوئے
حقائق صحیح کا قدمی مسود میں کرتی ہے۔ بارہ روپے ۱۲/-
مشترق لانوار

[مستند احادیث کا فقیہ ترتیب کے پیش
کرتی ہے کلینی فقہ کی غیارہ ارشادات رسولؐ ہی پر ہے۔ مارد و
ترجمہ مع عربی۔ چڑھہ روپے ۱/۷

بیل القدر صحابی سیدنا ابوذر غفاری
رضی اللہ عنہ کے ایمان افریز و اور دفع
تو از حالات مفضل اور مستند۔ مجلد دو روپے۔
اسلام کیا ہے؟ مجلد قیمت دھانی پیشے ۲/۵